لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

اِیمان

نہ بیچا جاسکتا ہے نہ خریدا جاسکتا ہے

. . . ایمان نہ بیچا جاسکتا ہے نہ خریدا جاسکتا ہے، نہ مول تول کیا جاسکتا ہے اور نہ تلوار اور پستول کے ذریعہ زیر کیا جاسکتا ہے نہ فلسفہ و سائنس کے ذریعہ اور نہ نام نہاد کلچر کے ذریعہ اور نہ اس کنگال، زوال پذیر تاریک تہذیب کے ذریعہ اور نہ خیر سے مفقود اور ایمانی نعمت سے محروم معلومات کے ذریعہ جو انسانیت کے لئے وبال بنی ہوئی ہے اور نہ علم و ادب کے پروپیگنڈوں میں اور نہ ان انقلابوں و ترقیوں میں جس میں اپنا ضمیر اور اپنی جان فروخت کردی گئی اور اپنے قلم و زبان کو مادی چیزوں اور چند درہموں کے بدلہ میں فروخت کردیا گیا اور خود بھی اس سے غیر راغب تھے۔

(مولانا سید محمد الحسنی ندوی مرحوم)

اس شمارے میں

۱۔ احادیث اور ذات نبویؐ سے تعلق
۲۔ ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری
۳۔ جنگ آزادی میں علماء کا قائدانہ کردار
۴۔ ایک یادگار مجلس
۵۔ ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش
۶۔ عالم اسلام خبروں کے آئینہ میں
۷۔ خلیج میں امریکہ کی فوجی تیاری
۸۔ افغان مجاہدین کو زندہ دفن کیا جارہا ہے
۹۔ افغان مجاہدین خانہ ساز اسلحہ استعمال کرتے ہیں
۱۰۔ اسلام کی زبانی

Regd No. LW/NP 56

Phone:- 72949
79747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW 230007 (INDIA)

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی اور ہمت سے کام لیکر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون و اعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں۔ آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن تعلیمی میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے غیر ملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:-

"یہ سونے کی چڑیاں سب اڑجائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہینگے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائینگے، آپ کے چار آنے آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں۔ یہ جو کچھ دینگے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے انکو دیا ہے اور جو آپ دینگے وہ آپکے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی"

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہے جس کے لئے یہ دارالعلوم قائم کیا گیا ہے یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی موثر اور صحیح ترجمانی دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان و اظہار دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت مسلک کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد ہمیں اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں، ہم اللہ کا نام لے کر انہیں سے متعدد اہم کام جنمیں سرفہرست "دارتحفیظ القرآن الکریم" اور ایک عظیم الشان لائبریری کا قیام ہے (جہاں انشاء اللہ مطالعہ، بحث و تحقیق اور علمی استفادہ کا اعلیٰ انتظام ہوگا) آغاز کر رہے ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل و عریض ملک کے کسی علاقے کے ہوں ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اسکو اپنا ہی کام سمجھیں۔ ہمیں یقین اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ انشاء اللہ مولانا مدظلہ کی بیش قیمت و بابرکت رہنمائی و نظامت میں اگر احباب و مخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے گوشہ گوشہ بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہونچے گا۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْز

(مولانا) معین اللہ ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء)

(مولانا) محب اللہ لاری ندوی
(مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)

(جناب) مصباح الدین نقوی
(معتمد مال ندوۃ العلماء)

اسٹاف کوارٹرس

حضرات اساتذۂ کرام کے لئے رہائشی مکانات کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے، چنانچہ چار دو منزلہ مکانات کی تعمیر مکمل ہوگئی زیر استعمال ہیں، لیکن مزید مکانات کی ضرورت ہے۔

کُتب خانہ

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا کتب خانہ ہندوستان کے گنے چنے کتب خانوں میں سے ایک معروف و مشہور کتب خانہ سمجھا جاتا ہے، جہاں علوم سے دلچسپی رکھنے والے بیرونی ممالک کے بھی لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ یہ کتب خانہ دارالعلوم کے وسیع و عریض ہال میں عرصہ سے قائم ہے، اسکے لئے علیحدہ عمارت کی ضرورت کا عرصہ سے احساس ہوتا رہا، بحمد اللہ کتب خانہ کی نئی عمارت کی تعمیر کا آغاز ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ تکمیل فرمائے۔

دارتحفیظ القرآن الکریم

دارالعلوم ندوۃ العلماء نے جب دارالعلوم میں شعبۂ حفظ کا افتتاح کیا تھا اسیوقت یہ ارادہ بھی کرلیا تھا کہ اس شعبہ کے لئے علیحدہ عمارت ہوگی جس میں تعلیم کے ساتھ رہائش کا بھی نظم ہوگا۔ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے

خدا کے بھروسہ پر مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب عبداللہ بن عبداللہ زائد کے ہاتھوں اس کا بھی سنگ بنیاد رکھ دیا گیا نیز انھیں کے ہاتھوں طلبہ کی سہولت کی خاطر ایک ڈسپنسری کی بھی بنیاد رکھ دی گئی۔

پریس اور دفاتر کی عمارت

پریس اور مختلف دفاتر کے لئے علیحدہ ایک عمارت بھی عرصہ سے زیر تجویز رہی ہے تاکہ دارالعلوم کی عمارت صرف تعلیمی اغراض ہی میں استعمال ہو، سارے درجات اسی میں رہیں جگہ کی تنگی کی وجہ سے جو انتشار کبھی کبھی ہوجاتا ہے وہ ختم ہوجائے چنانچہ اس عمارت کا بھی نقشہ منظور ہوگیا ہے اور اس عمارت کی تعمیر بھی ہونا ہے۔

زرِ تعاون	
اندرون ملک	۱۶ روپے
فی پرچہ	۸۰ پیسے
بیرون ملک - بحری ڈاک جملہ ممالک	۴ پونڈ
ہوائی ڈاک	
ایشیائی ممالک	۶ پونڈ
افریقی ممالک	۷ پونڈ
یوروپ و امریکہ	۹ پونڈ

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر (۱۷) | ۲۵ر اپریل ۸۰ء - ۹ر جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر ۱۲

اداریہ

ملک کے موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری

ملک کی موجودہ صورت حال کی تصویر کشی کے لئے دعوتی اخبار و رسائل جو الفاظ استعمال کر رہے ہیں ان میں دل بدلی، مصلحت بینی، ابن الوقتی، بے ضمیری اور دور اندیشی سے محروم سیاست جیسی تعبیرات کے ذریعہ اس ملک و قوم کے اخلاقی افلاس اور کردار کی گراوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس وقت ہمارا ملک جس انتشار، اخلاقی بے راہ روی اور بے ضمیری میں مبتلا ہے، اور جس طرح چھوٹے سے لے کر بڑے تک مصلحت بینی اور ابن الوقتی کے مرض میں گرفتار ہیں وہ جنگ سے زیادہ تباہ کن اور وبائی امراض سے زیادہ مہلک اور نقصان دہ ہے۔

ہم نے بیرونی استعمار کی غلامی سے اپنے کو تو آزاد کرا لیا لیکن اخلاقی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہم اس آزادی کی حفاظت نہ کر سکے اور بہت جلد ہماری اخلاقی کمزوری نے اس ملک کی آزادی کو خطرے میں ڈال دیا، یہ خطرات ہماری دل بدلی کی سیاست، مصلحت بینی اور ابن الوقتی کی بھیانک روپ میں ملک کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

اہنسا اور عدم تشدد کی جس ملک میں بڑے زور و شور سے دعوت دی گئی۔ اسی سرزمین پر ہم نے اپنے ہی جیسے انسانوں پر اتنا تشدد کیا جس کی نظیر مشکل سے ملے گی اور یہ ہماری مزید بدقسمتی ہے کہ غیر جانبداری کے علمبردار ہونے کے باوجود افغانستان میں روسی جارحیت کی کھل کر مذمت کیا کرتے مزید اس کی حمایت کر کے ہم نے بین الاقوامی دنیا میں اپنی رہی سہی اخلاقی ساکھ کو ایسا گرا دیا کہ عرصہ تک ہم کسی اخلاقی رول کے ادا کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔

ہمارے اندر اخلاقی جرأت تو کیا ہوتی ہماری بے اصول و بے ضمیر سیاست کی وجہ سے ہمیں خود اندرون ملک قدم قدم پر تمام محاذوں پر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، دل بدلی کی بے ضمیر پالیسی نے سیاسی پارٹیوں کی ساکھ کو نہ صرف نقصان پہونچایا بلکہ ملک میں ان کے کسی تعمیری کردار کو انتہائی مشکوک بنا دیا ہے دوسری طرف عوام کا جمہوریت پر سے اعتماد ختم کر دیا ہے۔

اسی طرح چڑھتے سورج کی پوجا کی جتنی بھی اور صحیح تطبیق ہماری ملکی و قومی زندگی میں ملتی ہے اس کی نظیر بھی مشکل سے ملے گی۔ اس مرض میں صرف سیاسی شخصیتیں ہی ملوث نہیں بلکہ افسوس ہے کہ بعض دینی شخصیات اور جماعتیں بھی اس سحر سے بچ نہیں سکیں، دل بدلی اور بے ضمیر سیاست کے اس دور میں یہ بات کسی حد تک سمجھ میں آتی ہے کہ کسی وزیر نے فلاں بڑے وزیر باتدبیر کی شان میں قصیدہ پڑھا، ان کے اٹھنے سے اٹھے اور بیٹھنے سے بیٹھے یا فلاں گورنر نے فلاں ممبر پارلیمنٹ کا ایرپورٹ پر ریڈ کارپیٹ کے خلاف استقبال کیا مگر یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ جن لوگوں کو قیادت اور رہنمائی کے منصب پر فائز ہونا چاہئے تھا وہ سیاستدانوں کے دروں پر جبہ سائی کرتے ہیں، اور سراپا عجز و نیاز بن کر ان وزیروں یا سیاسی شخصیات کی تحریروں کو پڑھنا یا سنانا اپنے لئے باعث عزت و سعادت سمجھتے ہیں اور اگر ضرورت ہوتی ہے تو ادنیٰ مطالبہ یا چشم و ابرو کے اشارے پر دین و ملت کے مفاد کے خلاف سیاسی و دینی فتوے جاری کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔

"چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

ہم نے ملک کے جن اخلاقی امراض کی طرف اشارہ کیا ہے ان سے بظاہر مایوسی کا اظہار ہوتا ہے لیکن اگر اس ملک میں ہم کو رہنا ہے اور ملک کی حفاظت کرنی ہے تو پھر پورے ملی تشخص اور امتیاز کے ساتھ اپنے وجود کو نہ صرف باقی رکھنا بلکہ دوسروں کو بھی زندہ رکھنا ہے۔ ہم اس ملک میں اس لئے نہیں آئے تھے کہ یہاں کی دولت میں حصہ بٹائیں، ہم ایک مشن اور ایک خدمت پر آئے تھے، ہم یہاں خدا کے بندوں کو خدا کا بندہ بنانے آئے تھے۔ ہمارے سلف اخلاق و محبت اور خدا پرستی کا پیغام لے کر آئے تھے، انھوں نے سر کٹانا گوارا کیا لیکن سر نہیں جھکایا، فقر و فاقہ کی زندگی کو انھوں نے ترجیح دی لیکن خودداری اور اخلاقی ساکھ کو برقرار رکھا، اور بے نیازی و اخلاص کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہے۔ انہیں کی للہیت بے غرضی اور بے لوث دینی و ملی خدمات کی بنا پر ابھی تک ہم بحیثیت ایک مسلمان قوموں اور تہذیبوں کے اس مدفن میں اپنا وجود باقی رکھے ہوئے ہیں،

اگر

ہم کو ملک و ملت کا مفاد عزیز ہے اور جانوروں کی طرح زندگی گذارنے کے بجائے انسان بن کر رہنا چاہتے ہیں تو اپنے کردار اور عمل سے اسلام کا نام روشن کرنا ہوگا اور زندگی کے ہر میدان میں اصول و دیانتداری، انصاف، حق گوئی و بیباکی اور اخلاقی برتری کا ثبوت دینا ہوگا کہ ملک و ملت دونوں کے امراض کا علاج اسی سے ہو سکتا ہے۔

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی۔ کا سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ ۱۹/۲۵ کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

احادیث اور ذاتِ نبویؐ سے تعلق

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی۔ صدر شعبۂ عربی۔ کالی کٹ یونیورسٹی

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست۔ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

جس ذات اقدس کے ذریعہ ہم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید عطا ہوا اس سے مسلمانوں کا تعلق غیر معمولی گہرا اور قریبی ہونا ایک فطری امر ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع پر زور دیا گیا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونۂ زندگی موجود ہے) احادیث کے انکار کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا آپ کا اسوہ موجود ہی نہیں۔ جب اسوۂ رسول موجود نہیں تو پھر اتباع فعل عبث ہے اس طرح فتنۂ انکار حدیث قرآنی نقطۂ نظر سے بھی بالکل غلط ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ تو صاف کہتا ہے کہ رسول کے نمونۂ زندگی کی پیروی کرو اور منکرین کہتے ہیں کہ حدیث موجود نہیں صرف قرآن باقی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم محض قرآن مجید پیش نہیں کرتے بلکہ اس کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کو سکھاتے ہیں۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم آیاته ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ٥

(وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے ان پڑھوں میں پیامبر بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے قبل گمراہی میں تھے)

واضح رہے کہ حکمت کا مطلب علماء نے سنت ہی سمجھا ہے۔ یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ جو شخص کوئی کتاب پڑھاتا ہے وہ اسکی تشریح کرتا ہے، وضاحت سے اس کو پیش کرتا ہے اور وہ اصولی باتیں جو اس میں موجود ہوتی ہیں ان کو سمجھاتا ہے ورنہ اس کے طلباء یا سامعین اس کو کماحقہ سمجھنے سے قاصر رہ جائیں۔ (جیسا کہ آجکل کے تعلیمی نظام میں امتحان کے خیال سے معمولی کتابوں کی طویل و عریض شرحیں لوگ لکھتے ہیں اور چھاپتے ہیں۔ اساتذہ زبانی شرحیں کرتے ہیں اور حسب ضرورت نوٹس بھی دیتے ہیں) پھر وہ ذات جو تمام عالم اور پوری انسانیت کی طرف سرچشمۂ ہدایت اور ذکر فیضان الٰہی بنا کر بھیجی گئی ہے۔

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً

(کہہ دو اے لوگو! میں تم تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول بنکر آیا ہوں)

اور علم کتاب بنا کر اس کو بھیجا گیا ہو تو وہ اس کتاب کی کوئی شرح، کوئی تفسیر اور کوئی وضاحت نہ کرے جو لوگوں کی تعلیم کے لیے اس کے سپرد کی گئی ہو؟ یقیناً ہادیٔ برحق نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنی کتاب کی تشریح و توضیح کا سامان بھی لوگوں تک پہونچایا ہے تاکہ شمع ہدایت ان کی نگاہوں کے سامنے سے اوجھل نہ ہو سکے۔ اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب قرآن مجید اور دوسری اپنی سنت، اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑ لو تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔

احادیث کا نفسیاتی فائدہ سب سے مقدم ہے، آجکل ہر مسئلہ میں نفسیات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے تعجب ہے کہ منکرین احادیث اتنے عظیم فوائد سے کس طرح صرف نظر کر لیتے ہیں، احادیث پڑھتے وقت حضورؐ کی ذات اقدس سے قربت کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کے زندگی کی جو مکمل تصویر کشی کی گئی ہے، افعال و اقوال، جلوت و خلوت اور ذکر و فکر کی جس طرح احادیث میں جلوہ نمائی ہے اس سے نفسیاتی طور پر انسان کے قلب و ضمیر اور فکر و روح پر ذات نبوت سے قربت میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ ماحول جو کتب احادیث کے مطالعہ سے انسانی ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ حضور کی ذات سے انسان کو قریب کر دیتا ہے اور تصور کی نگاہوں میں وہ جلوے نظر آنے لگتے ہیں جو دورِ نبوت میں موجود تھے۔ انسان کی پوری زندگی میں ایک نفسیاتی اثر احادیث کے ذریعہ مرتب ہو جاتا ہے جس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہے کہ مسلمان ہر موقع پر حضورؐ کی ذات سے ایک تعلق محسوس کرنے لگتا ہے یہ ایک صاحب ایمان کے لئے کتنی بڑی سعادت ہے کہ حضور انورؐ کا تصور زندگی کے ہر ہر قدم پر آجائے اس کو یقیناً ذات اقدس کے ہر نشان قدم کا خیال جنت ارم سے ہم کنار کر دیتا ہے ؎

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں — خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں

کیا منکرین حدیث یہ بتا سکتے ہیں کہ اگر ہم احادیث کو باطل قرار دے دیں تو پھر کس طرح ہم ذات نبویؐ سے تعلق پیدا کر سکیں گے؟ کیا یہ سعادت و برکت ان کی نظر میں کم ہے کہ مسلمان زندگی کے ہر میدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے قربت محسوس کریں؟ احادیث حضورؐ کی ذات سے تعلق جوڑنے کا واحد ذریعہ ہیں کھانے پینے، رہنے سہنے، سفر کرنے، کپڑے بدلنے، محفلوں میں شرکت کرنے اعزہ و احباب سے ملنے جلنے اور مرنے جینے میں کون سا مرحلہ ہے جہاں احادیث کی روشنی ہم کو نہیں ملتی اور اس سے ذات نبوت سے تعلق استوار نہیں ہوتا۔

متاعِ وصل خود بس گراں است — گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے

سنت کے ذریعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تعلق اور آپؐ کے اعمال و افعال کا تصور اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ یہاں کے احاطہ میں نہیں آ سکتا۔ میں اکثر کپڑے پہنتے وقت بائیں جانب سے شروع کرتا ہوں معاً خیال آتا ہے کہ سنت کا طریقہ داہنے طرف سے پہننے کا ہے۔ کبھی کھڑے کھڑے پانی پینے لگا یک دم سے خیال آیا یہ تو سنت کے خلاف ہے۔ کھاتے وقت بسم اللہ کا خیال، جمعہ کو غسل کا خیال اور اس طرح مسائل حیات میں ہر مرحلہ پر سنت حضور کی ذات سے تعلق و تصور کا ایک بڑا سہارا اور ذریعہ ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر ہم کس طرح آپ کی ذات مبارک سے اپنا تعلق استوار کریں۔ منکرین حدیث اس شمع نبوی کو ہم سے چھین کر ہم کو اندھیرے میں ڈھکیل دینا چاہتے ہیں! ہم کس کے سہارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق جوڑیں گے اور کس طرح ذات اقدس کی روشنی میں چلیں گے اور جب قبر میں ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھائی جائیگی تو کس طرح ہم آپؐ کو پہچان سکیں گے؟ زندگی میں نبوت کی روشنی اور پارسائی کا نور ذاتِ نبویؐ سے قربت کے ذریعہ ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

نظامی ناتوانی پارسا باش — کہ نور پارسائی شمع دلہا است

حضورؐ کی ذات سے مسلمانوں کو زبردست جذباتی تعلق ہے اور یہ میرا دعویٰ ہے کہ اگر احادیث نہ ہوں تو یہ جذبات مردہ ہو جائیں اور پھر دین میں حرارت کہاں؟ یہ تو ساری روشنی اور گرمی اس ذات مبارک سے سب کو ملی ہے۔

یک شمع است دریں خانہ کہ از پرتو آں — ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

مسلمانوں کی زندگی میں ذات نبوی ایک مرکز ہے عشق نبوی ایک ایمانی نظام کا مرکز باہم کشش ہے جس سے مسلمان ایک طرف ذات اقدس سے وابستہ ہیں اور اسی سہارے سے باہم جڑے ہیں، اسی کی شعاعیں پورے عالم میں نور ایمان کا اجالا کئے ہیں یہی کرنیں ایمانی اعمال کی تشکیل کرتی ہیں اور زندگی میں سنت نبویؐ کی چاندنی سے اجالا پیدا کرتی ہیں۔ ان احادیث کے مختصر و جامع کلمات میں پہاڑوں کا استقلال، دریاؤں کا بہاؤ، سمندروں کا طوفان اور برق کی چمک موجود ہے جو زندگی کے دھارے کو موڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور جس سے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی پیدا ہو جاتی ہے ؎

(بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

جنگ آزادی میں
علماء کا قائدانہ کردار

مولانا آزاد کی برسی کے موقع پر مولانا آزاد اکیڈیمی کی طرف سے ایک تقریب گنگا پرشاد میموریل ہال لکھنؤ میں منعقد کی گئی تھی جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے مصری وزیر اوقاف اور ممتاز عالم ڈاکٹر عبدالمنعم النمر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے تقریر کی اور مولانا آزاد کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس نکتہ کو واضح کیا کہ علماء کا ہمیشہ یہ شعار رہا ہے کہ انھوں نے نہ صرف جنگ آزادی میں حصہ لیا بلکہ اس میں قائدانہ کردار بھی ادا کیا ہے۔
مولانا کی یہ تقریر قارئین تعمیر حیات کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

صدر گرامی و حاضرین جلسہ!

میں آج یہاں بہت عرصہ کے بعد گنگا پرشاد میموریل ہال میں حاضر ہوا ہوں، میں اسی کے پڑوس کا رہنے والا ہوں، میری عمر لکھنؤ میں گذری، یہیں پڑھا لکھا، یہاں آنے سے میرے حافظے نے پچاس سال کی مسافت بجلی کی رفتار سے طے کر لی اور مجھے وہ وقت یاد آیا جب شاید میری آنکھیں مولانا آزاد کے دیدار سے پہلی مرتبہ روشن ہوئی تھیں، میری عمر شاید چودہ پندرہ سال رہی ہوگی یہ سن کر کہ مولانا آزاد کی تقریر گنگا پرشاد میموریل ہال میں ہونے والی ہے میں بھی ایک تماشائی کی حیثیت سے یہاں حاضر ہوا۔

ایک چھوٹا سا واقعہ جس میں مولانا آزاد ہی نہیں بلکہ جس طبقہ سے وہ تعلق رکھتے تھے اس کی عظمت ہی نہیں بلکہ اس کی ذہنیت اور اس کے طریق فکر اور طرز زندگی کی پوری پوری عکاسی ہے، میں آپ کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں۔ مولانا آزاد نے یہاں تقریر کی اور یہ وہ وقت تھا کہ جب ہندوستان میں صحیح معنوں میں ان کا طوطی بولتا تھا جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ "الہلال" کا "سحر حلال" جادو اس وقت سب کے سر پر چڑھ کر بولتا تھا۔ ان کی کمان چڑھی ہوئی تھی اور ان کا تیر خطا نہیں جاتا تھا وہ زمانہ تھا جب وہ یہاں آئے سب کی آنکھوں کا تارا تھے سب کی آنکھوں کا نور تھے انہوں نے یہاں سیاسی موضوع پر تقریر کی، لیکن اسی دوران میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، مجھے خوب یاد ہے اس ہال کے پیچھے ایک کشادہ جگہ تھی وہاں مجمع کا وہ حصہ جو نماز کا پابند تھا، امامت مولانا آزاد نے کی، مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہوئی، میں نے ان کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی چھوٹی سی بات ہے معمولی سا واقعہ ہے، مسلمان کی زندگی، اس کے عقائد اور معمولات کے لحاظ سے اس کی کوئی اہمیت نہیں لیکن میں اس سے ایک بہت بڑا نتیجہ نکالتا ہوں، یہ واقعہ کہ یہاں پر اس اسٹیج پر تقریر اور انگریزی کی اس حکومت کو للکارنا جس کے متعلق کہا جاتا تھا، لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اتنی وسیع ہے کہ سورج اس کی قلمرو میں غروب نہیں ہوتا، وہ شیر جو یہاں گرج رہا تھا اور برطانیہ کو چیلنج کر رہا تھا اس کے دبدبہ اس کی سلطنت کو (جب وہ اپنے پورے شباب پر تھا) وہ شیر خدا کے سامنے سجدہ ریز تھا، یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن بہت بڑی بات ہے، یہی اس طبقہ کی اصل تصویر ہے جس کی امامت مولانا آزاد نے کی اور جس سے مولانا آزاد کا شروع سے آخر تک تعلق رہا اور جس تعلق کو انھوں نے کبھی بھی ٹوٹنے نہیں دیا، وہ صحیح معنوں میں اس شعر کی تصویر تھے ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

؎

یوں لے کس نے بہم جام و سنداں دونوں
یہاں ساغر و ہاں سنداں، یہاں وہ

گرج جو شیروں کا پتہ پانی کر دے اور وہاں وہ عاجزی و نیاز کو جس کو دیکھ کر انسان کو اپنی حقیقت معلوم ہو، اس کو مولانا آزاد نے اپنی ذات میں جمع کیا اور ان کا اس طبقہ سے اول سے آخر تک تعلق رہا، جو ان دونوں کو عزیز رکھتا تھا اور ہم ہندوستانی مسلمانوں کا عمومیت کے ساتھ اور اس طبقہ کا جس کے ساتھ مولانا آزاد کا تعلق تھا جس کی بہترین روایات کے وہ حامل تھے اور جس کی انھوں نے پورے طور پر ترجمان القرآن میں ترجمانی کی ہے اس طبقہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے جس طرح محراب و منبر پر اپنی نیاز کا، اپنی عجز و عاجزی کا اظہار کیا اسی طرح حکومت وقت کے سامنے اپنی خود داری و غیرت کا اظہار کیا یوں تو اپنی معلومات اور اپنے محدود مطالعہ کے مطابق کہہ سکتا ہوں، ہمارے یہ صدر محترم ڈاکٹر عبدالمنعم النمر جو میرے بائیں جانب تشریف فرما ہیں جن کی تقریر سے افتتاح ہوا ہے اس جلسہ کا، میرے عزیز اور قابل احترام دوست ہیں۔ ان کے ملک کو بھی یہ فخر حاصل ہے، میں ہندوستان کا ہندوستانی مسلمانوں کا مرتبہ اونچا کرنے کے لئے کسی دوسرے ملک کے ساتھ ناانصافی کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں اور تاریخ کے طالب علم اور تاریخ نویس کو منصف اور حقیقت پسند ہونا چاہئے۔ مصر کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ جامع ازہر نے وہاں کی تحریک آزادی کی قیادت کی، انگریزوں نے بہت جلد یہ سمجھ لیا کہ ان کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ان کی حکومت و اقتدار اور ان کے دبدبہ کے لئے سب سے زیادہ مضر اگر کوئی قلعہ ہو سکتا ہے تو وہ ازہر کا قلعہ ہے، جن لوگوں نے مصر کی تاریخ پڑھی ہے اور شیخ جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ، مصطفیٰ کامل اور مصر کی تحریک آزادی پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ ازہر نے کیا قائدانہ کردار ادا کیا۔ یہی کردار یہاں کے ہندوستان کے مسلمانوں نے ادا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ہندوستانی علماء کا قدم کچھ آگے ہی رہا، جس کا اعتراف ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر عبدالمنعم النمر نے کیا ہے۔

ہندوستان کے علماء نے جنگ آزادی میں جو حصہ لیا میں ان الفاظ کو علماء کے لئے ازالۂ حیثیت عرفی کا مرادف سمجھتا ہوں، میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ ہندوستانی مسلمان اور ہندوستان کے علماء نے جنگ آزادی کی سربراہی کی اور تحریک آزادی کی قیادت و رہنمائی کی، ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے حضرت سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے سرفروش و جانباز ساتھیوں نے جن میں خاندان صادق پور کے لوگوں کا بہت بڑا حصہ ہے انہوں نے دار و رسن اور میدان جنگ کو اپنے خون سے لالہ زار بنا دیا انہوں نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دئے اور اتنا عاجز کیا کہ برطانوی پارلیمنٹ میں بار بار سوالات ہوئے کہ ہندوستان کی حکومت اتنی زیر بار کیوں ہو رہی ہے، اس نے اس شورش کا قلع قمع کیوں نہیں کیا اس کا جواب دیا جائے، ایک ایسا زمانہ آیا کہ وائسرائے (اس وقت وائسرائے نہیں ہوتے تھے گورنر جنرل ہوتے تھے) کی حفاظت کے دستے میں چند سپاہی رہ گئے تھے اور باقی پوری فوج ہندوستان کی مغربی شمالی سرحد کے مورچے پر جھونک دی گئی تھی جہاں ہندوستان کے مجاہدین نے مورچہ لیا تھا اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے جانشینوں نے مقابلہ کیا تھا پھر اس کے بعد شاملی کا میدان (جس کے بعض تذکرے کا ڈاکٹر عبدالمنعم النمر نے نام لیا ہے) اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ جس کے قائد تھے۔ انہوں نے شاملی کے میدان میں انگریزوں سے مورچہ لیا۔ حافظ ضامن شہیدؒ وہاں شہید ہوئے اس کے بعد ۱۸۶۴ء میں دی گریٹ وہابی کیس کے نام سے مقدمہ چلا اور ان کو پھانسی اور کالے پانی کی سزائیں دی گئیں، یہاں کے علماء میں سے چند کے میں نام بھی جانتا ہوں۔ مولانا یحییٰ علی صاحب مولانا احمد اللہ صاحب صادق پوری کہ انہوں نے وہیں کالے پانی میں اپنی زندگی کے دن پورے کئے، مولانا فضل حق خیرآبادی نے وہاں کئی سال کاٹے اور مولانا عنایت علی صاحب کاکوروی وہاں اپنی بعض بڑی شاندار کتابیں لکھیں، تاریخ کی روشنی میں میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ تقریباً ہر ملک کے علماء کا شعار رہا ہے کہ انہوں نے جنگ آزادی میں اور بیرونی استعمار کا مقابلہ کرنے میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ اس کی قیادت کی، اس لئے کہ مسلمانوں کا مزاج ہمیشہ سے دینی رہا ہے۔ آپ اگر اس نکتہ کو سمجھ جائیں اور کاش ہمارے اس وقت کے سیاسی لیڈر، دانشور اور مفکرین اگر اس نکتہ کو سمجھ جاتے کہ ؎

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ہزار انقلابات کے باوجود بھی اس کا مزاج جو ہے وہ مذہبی ہے اس پر اثر انہی لوگوں کا پڑ سکتا ہے جن کے پاس مذہبی اپیل ہے جو

مذہبی طور پر اس کے جذبات کو متاثر کر سکتے ہوں اس کو مطمئن کر سکتے ہوں، اس لئے کہ یہ ایک نفسیاتی اور انسانی حقیقت ہے کہ ہر ملک میں وہی تحریک آزادی کامیاب ہوئی اور جنگ آزادی کا نتیجہ نکلا جس کی قیادت میں مذہبی عنصر شامل تھا اور جہاں مذہبی زبان بولی گئی، میں خاص طور پر الجیریا کا نام لیتا ہوں۔ الجزائر نے جب اعلان جہاد کیا فرانس کے مقابلہ میں، اور اس عہد کی تاریخ میں اس سے زیادہ قربانی کوئی اور ملک پیش نہیں کر سکتا (میں کسی ملک کی قربانیوں کی تحقیر نہیں کرتا، میں خود ہندوستان کی تاریخ پر فخر کرتا ہوں اس پر اپنا حق سمجھتا ہوں) واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک جسمانی قربانی کا تعلق ہے سو برس کے اندر کسی ملک نے اتنے شہیدوں کا خون پیش نہیں کیا اور اتنے شہیدوں کے سر نہیں پیش کئے جتنے کہ الجیریا (الجزائر) نے پیش کئے یہ ساری لڑائی مذہب کے نام پر لڑی گئی، آپ اس وقت کے فرنچ اخبارات کو دیکھیں جو وہاں سے نکلتے تھے کہ اتنے فرانسیسی مقتول ہوئے اتنے مجاہدین مقتول ہوئے۔ عربوں تک کا نام نہیں ہوتا تھا (معاف کیا جائے قومیت عربیہ کا حصہ اس میں نہ ہونے کے برابر ہے) یہ خالص مذہبی جنگ تھی، مسلمان اپنے دین کی رو سے اپنے مذہب کی رو سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی رو سے اس بات کے پابند ہیں کہ وہ غیر ملکی اقتدار کو قبول نہ کریں اس کے خلاف بغاوت کریں اور غلامی و ذلت اور بے چارگی کی زندگی قبول نہ کریں۔ ان کا قرآن ان سے یہ مطالبہ کرتا ہے، دین و شریعت ان سے یہ مطالبہ کرتی ہے، اس مسلمان کے لئے جو زبان آج سے ہزار برس پہلے قابل فہم تھی، جس زبان میں جادو کا اثر تھا اور جس میں مقناطیس کا اثر تھا جو زبان ان کے دلوں کی گہرائیوں کو چھوتی تھی وہ زبان (معاف کیا جائے) سیاسی زبان نہیں ہے، یا اگر میں زیادہ احتیاط سے کام لوں تو خالص سیاسی زبان نہیں ہے وہ یا تو مذہبی زبان ہے یا نیم مذہبی زبان ہے جس کو علماء نے سمجھا، صرف وہی جنگ آزادی کامیاب ہوئی، وہی جنگ آزادی اپنی منزل تک پہنچی، اس کے صحیح نتائج ظاہر ہوئے، جہاں مسلمانوں کے مزاج کو سمجھ کر ان سے نیم سیاسی، نیم مذہبی زبان میں خطاب کیا گیا اور یہی راز ہے یہاں کی جنگ آزادی کی کامیابی کا اور جس طریقہ سے یہاں سر دھڑ کی بازی لگائی گئی اس میں یہی راز ہے کہ ان کی قیادت کرنے میدان جنگ میں ان کے سامنے جو لوگ آئے وہ اسی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے، مجھے اس سے بہتر موقع شاید نہ مل سکے کہ اس بات کا اعلان کروں کہ افسوس ہے ہندوستان کی تاریخ کے اس زریں ورق کو دبا دیا گیا، میں نہیں کہتا کہ سیاہی پھیری گئی ہے لیکن اس کو دبا ضرور دیا گیا ہے، یہ ورق ہرگز ہماری تاریخ سے خارج ہونے کا مستحق نہیں تھا یہاں کی ہر چیز ہماری ملکیت ہے، ہمیں اس پر فخر کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہاں کے مسلمانوں نے اگر قربانیاں دیں تو اس ملک کو آزاد کرنے کے لئے قربانیاں دیں، آپ ان کی فراخدلی ان کی دوربینی ان کی بلند نگاہی کو دیکھیں، سید احمد شہیدؒ کے خطوط کو پڑھیں جو انہوں نے مہاراج گوالیار کے نام لکھے ہیں، آج بڑے سے بڑے سیاستداں بڑے سے بڑے سیاسی مبصر، بڑے سے بڑے لیڈر کی نظر میں وہ وسعت وہ دوربینی نہیں انگریزوں کی حکومت کے جن خطرات کی نشاندہی انہوں نے کی تھی انھوں نے بتا دیا کہ یہ حکومت سرطان کی طرح ملک میں پھیل رہی ہے جس نے عزت والوں کی عزت خاک میں ملا دی ہے نہ مسلمان اس بے عزتی سے محفوظ ہیں نہ ہندو اس بے عزتی سے محفوظ ہیں . . .

. . . .

انہوں نے کہا کہ آپ اطمینان سے نہ بیٹھیں یہ ریاستیں باقی نہیں رہیں گی یہاں کسی عزت والے کی عزت باقی نہیں رہے گی، اور پھر میں ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

سلطان ٹیپو شہید کا نام لیتا ہوں جس نے کہا تھا کہ "شیر کی زندگی کا ایک سال گیدڑ کی زندگی کے سو سال سے بہتر ہے"۔ ٹیپو سلطان وہ مرد دور اندیش اور مرد دوربیں تھا، جس نے سلطنت ترکی اور اس کے عثمانی خلیفہ کو یہاں سے خط لکھے ہیں کہ آئیے ہم آپ دونوں تعاون کر کے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالیں ورنہ نہ ہندوستان رہے گا نہ ترکی رہے گا، کارنامے کی اہمیت دوربینی کی عظمت اپنے اپنے زمانہ سے ناپی جاتی ہے، کس زمانہ میں یہ بات کہی گئی ہے، آج اگر یہ بات مولانا محمد علی جوہر یا مہاتما گاندھی نے یہ بات کہی اور مجھے معاف کیجئے میں صاف کہوں کہ مولانا آزاد نے "الہلال" کے صفحات پر یہ بات کہی تو وہ اتنی قابل تعریف نہیں، لیکن سلطان جس محدود ماحول کا پروان چڑھا ہوا تھا وہاں بیٹھ کر سلطان ترکی سے خط و کتابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اطمینان نہ رکھئے آپ کی یہ حکومت اور یہ امپائر خطرے میں ہے اگر آپ نے اس وقت موقع شناسی اور دوربینی سے کام نہ لیا، اور ہم نے آپ نے مل کر انگریزوں کے اس عفریت کو ہندوستان سے نہ نکالا تو یاد رکھئے نہ ہم باقی رہیں گے نہ آپ باقی رہیں گے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے بالعموم اور طبقہ علماء نے بالخصوص قائدانہ کردار ادا کیا ہے انہوں نے رہنمائی کی ہے، انہوں نے بہترین خون، بہترین فکر، بہترین ذہن عطا کیا ہے ہماری تحریک آزادی کو، ان کا ہاتھ ہمیشہ اپنے ملک کی اور زمانہ کی نبض پر رہا، وہ ملک و ملت اور انسانیت کے دل کی دھڑکن سمجھتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہندوستان کی زندگی میں بھی جم کر حصہ لیا، یہاں کی ادبیات میں یہاں کی زبان کو ترقی دینے میں، یہاں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے میں، یہاں بقاء باہمی کے اصول کو جاری کرنے میں، انسانیت کا پیام دینے میں انھوں نے ہمیشہ قائدانہ کردار ادا کیا، مجھے خوشی ہے کہ آج علماء ہند کے ان کارناموں اور ان کے خدمات کا اعتراف اور ان کے سرخیل مولانا ابوالکلام آزاد کی عظمت، ان کی بڑائی کا اعتراف ہم کسی ہندوستانی عالم یا کسی ہندوستانی مقرر کی زبان سے نہیں بلکہ مصر کے ایک ممتاز عالم و مصنف کی زبان سے سن رہے ہیں۔

بمبئی میں
خالص گھی اور
میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی پیشکش
ڈرائی فروٹ برفی
کیک • قلاقند • ملائی • برفی • کوکونٹ ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے بمبئی
320059
۲۳ – محمد علی روڈ بمبئی ۳

ایک یادگار مجلس

ترتیب: سلامت اللہ بیگ متعلم ندوہ

دار العلوم کا مہمان خانہ کوئی سرائے نہیں بلکہ ایک جلوہ گاہ ناز ہے، جہاں بڑے بڑے علماء مفکرین اور قائدین امت تشریف لاچکے ہیں اور یہ میخانہ برابر آباد ومعمور رہا کرتا ہے، سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندوی سے لیکر اس وقت کے روشن ضمیر میر کارواں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی تک سب ہی ندوی اور انکے ہم عصر علماء وفضلاء نے یہاں قیام کر کے دار العلوم اور اس کے فرزندوں کو فیض پہونچایا ہے۔

"دا تا رکھے آباد ان ساقی تیری محفل کو"

آج ہم آپ کو مہمان خانہ کی ایسی ہی ایک مجلس میں لے چلتے ہیں جہاں ہمارے سید الطائفہ کے مسترشد اور خلیفۂ خاص مولانا محمد اشرف صاحب (صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی) دس روز سے مقیم ہیں اپنے مخصوص انداز میں طلبہ سے گھل مل کر باتیں کرتے ہیں۔ ہم برادرم سلامت اللہ بیگ متعلم دار العلوم کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ان افادات کو نوٹ کر کے قارئین تعمیر حیات کو بھی اس مجلس میں شریک کر لیا۔

سید الطائفہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح جام وسنداں کے جامع ہے ان کے مسترشد خاص حضرت مولانا محمد اشرف صاحب (صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی وامیر تبلیغ صوبۂ سرحد) بھی انہی کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ مولانا محمد اشرف مدظلہٗ کو اپنے شیخ کی مادر علمی کی زیارت کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ جمادی الاولیٰ کے وسط میں خدا نے ان کی دیرینہ خواہش پوری فرمائی اور وہ اپنے رفقاء کے ساتھ دار العلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے۔ فرزندان ندوہ کو ان کے وجود سے گویا حضرت سید صاحب سے استفادہ کا موقع ہاتھ آیا، انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حسب توفیق الٰہی مولانا موصوف کی علمی، فکری اور دعوتی مجلسوں سے اپنی علمی وروحانی پیاس بجھائی۔ طلبہ کی انجمن الاصلاح نے اپنا فرض ادا کیا اور مولانا اشرف صاحب مدظلہٗ کے اعزاز میں ناظر الاصلاح جناب محمد ابراہیم ندوی نے ایک جلسہ منعقد کیا۔

عموماً عشاء کے بعد طلبہ مولانا موصوف کی مجلس میں حاضری دیتے اور مولانا حضرت سید صاحب کے ملفوظات اور تجربات سے طلبہ کو شادکام کرتے۔ حضرت سید صاحب کی طرح مولانا اشرف صاحب کا بھی تبلیغی دعوت سے گہرا ربط وتعلق ہے۔ آپ صوبۂ سرحد کے امیر بھی ہیں اس لئے دوران گفتگو حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور انکے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ملفوظات سے بھی سامعین کو نوازتے۔ ہم ذیل میں مولانا موصوف کے چند علمی نکات، ملفوظات پیش کرتے ہیں رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعىٰ مِن سَامِعٍ (بسا اوقات سننے والے سے زیادہ جس کو وہ بات پہنچائی جاتی ہے وہ سمجھ دار ہوتا ہے)۔

ایک مجلس میں طلبہ نے مولانا موصوف سے نصیحت کرنے کی درخواست کی، مولانا نے موقع کی مناسبت سے فرمایا، علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم الٰہی جس کو ہم علم نبوت بھی کہہ سکتے ہیں اور علم نبوت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ علم انبیاء کے ذریعہ انسانوں پر کھولا جاتا ہے۔ قرآن میں اس کا ذکر لفظ ھدیٰ سے کیا گیا ہے اور اسی پر انسان کے بننے کا مدار ہے اس کی طرف قرآن کریم نے سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف اور سورہ طٰہٰ میں حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں ذکر فرمایا ہے فاما یاتینکم منی ھدی الخ۔

دوسرا علم وہ ہے جس کی انسانی زندگی میں یہاں کی ضروریات اور اس سے بڑھ کر راحتوں کے لئے ضرورت پڑتی ہے یہ علم فطرت انسانی میں روز ازل ہی میں ودیعت کر دیا گیا جس کی طرف قرآن پاک نے عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔ یہ علم الاشیاء کہلاتا ہے، سائنس، ٹکنالوجی اور جتنی بھی چیزیں بنی ہیں، بن رہی ہیں اور بنیں گی وہ سب اسی کا ظہور ہے۔ اس میں مومن وکافر کی بھی تخصیص نہیں ہے۔ انسان اپنے حواس کی مہیا کردہ معلومات اور انسانی تجارب کے ورثہ سے ان سے استفادہ کر سکتا ہے اور انھیں آگے بڑھا سکتا ہے لیکن ان کے فوائد موت تک کے لئے ہیں اور انسان موت تک کے لئے نہیں ہے بلکہ ابد الآباد تک کے لئے ہے، اس لئے انسان کی زندگی جن علوم سے فائدہ اٹھا سکتی ہے وہ علوم نبوت ہیں۔ علوم نبوت نرے الفاظ کا نام نہیں، بلکہ علوم نبوت اپنے میں نور نبوت کو لئے ہوئے ہے اور یہ نور اس ذات عالی کے تعلق سے میسر آتا ہے جو کہ اصلاً ان علوم کا منبع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات۔ یہی وجہ ہے کہ فرائض سہ گانۂ نبوت میں صرف تلاوت ودعوت کتاب اور تعلیم کتاب وحکمت کا ہی ذکر نہیں ہے بلکہ تزکیہ کا ہر مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔ تزکیہ کیا ہے؟ نبی کی باطنی توجہات، اس کے صحبت کے نور، تربیت کی برکت سے دل اور نفس کو نفسانی خواہشات اور مادی ناجائز آلائشوں سے پاک کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے تعلق، فضائل وکمالات اور اخلاق عالیہ سے متصف کرنا ہے، دل جب گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس کے اندر ملأ اعلیٰ سے استفادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے تعلق کے حاصل کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور انسان کا دل ذاتِ حق کی صفات کے انعکاس سے منور ہو کر اپنے اندر وہ خوبی وکمال پیدا کر لیتا ہے جسکی وجہ سے یہ توجہات حق اور تعلق الٰہی کا مرکز بنجاتا ہے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ (مراد حضرت سید صاحب) کا شعر ہے ؎

ذکر حق سے صیقلِ کامل ہوا[1]
جلوہ فرما وہ مہِ کامل ہوا

میرے حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے، "حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراج منیر عطا فرمایا ہے یعنی روشن گر چراغ آپ خاموش ہوں یا متکلم، سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں، آپ کے قلب پاک سے نکلنے والا ہدایت کا نور طالبین حق کے قلوب کو ہدایت سے منور کرتا رہتا ہے۔" فرماتے تھے، "ہمارے آپ کے دل خالی ہو جائیں ابھی دنیا خالی نہیں ہے جیسے دیے سے دیا روشن ہوتا ہے، دل سے دل روشن ہو جاتے ہیں۔ اپنے میلے دلوں کو اہل اللہ کے قلوب کے ساتھ ملا لو ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو بھی روشن کر دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ نبی کے ذریعہ سے اس نے صحابہ کے قلوب کو اپنی معرفت سے روشن ومنور فرمایا صحابہ سے تابعین کا طبقہ اٹھا اور تابعین سے تبع تابعین نے فیض پایا، اور اسی طرح نسلاً بعد نسل اصحاب کاملین سے ایک سے دوسرا فیض پاتا چلا آیا۔ شجرہ میں جن بزرگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو کہ ایک دوسرے سے فیض پاتے ہوئے نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراج منیر سے روشن ہوئے ؎

اندھیرا ہے عالم میں چھایا ہوا
چراغ جہاں قلب آگاہ ہے
ہر اک کی خوشامد ہر اک کی ثنا
اسیر بلا طالب جاہ ہے

ایک دوسری مجلس میں تبلیغی دعوت اور اس کے چھ نمبروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، یہ چھ نمبر دراصل چھ صفات ہیں، ان چھ صفات کو اپنے اندر لانے کی کوشش کا نام تبلیغی دعوت ہے۔ ایمان تو راس الاعمال ہے ایمان والے کے ہر عمل سے ایمان کا اثر

---

[1] اشارہ ہے حدیث شریف لکل شیئ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ کی طرف۔ مراد صیقل ہونے سے کیفیت احسانی کا حصول ہے۔

[2] کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے بعض مضامین حضرت سید صاحبؒ کو دکھلائے۔ اس میں درود شریف ہر جگہ "صلعم" لکھا ہوا تھا۔ حضرت سید صاحبؒ پورے اہتمام کے ساتھ اس اختصار کو کاٹ کر پورا درود صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے گئے۔

جھلکنا چاہئے، فرمایا میں کہتا ہوں کہ جب شرابی کی مخمور آنکھوں اور اس کے پیروں کی لڑکھڑاہٹ کو دیکھ کر فوراً احساس ہو جاتا ہے کہ یہ شرابی تو ایمان والے کے کسی عمل کو دیکھ کر کیوں نہ معلوم ہو کہ یہ ایمان والا ہے اس موقع پر حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کا ایک قول نقل فرمایا کہ دہلی کے ایک اجتماع میں مولانا نے فرمایا، (ان دنوں وہاں کوئی نمائش لگی تھی جس کو دیکھنے کے لئے لوگ دور دور سے آرہے تھے) مولانا نے فرمایا، "اے ایمان والو! سن لو اگر تم میں حقیقی ایمان آجائے تو لوگ اسی طرح تم کو آکر دیکھنا چاہیں گے جس طرح اس نمائش کے لئے آج آرہے ہیں۔ فرمایا کہ عبادات پر محنت کے لئے نماز کا نمبر رکھا گیا ہے اور علم کے ناز کو نیاز سے بدلنے کے لئے ذکر کو اس کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ یہ اکرام مسلم کیا ہے؟ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کا نام اکرام مسلم ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا قول نقل فرمایا کہ مولانا فرماتے تھے اگر کسی مسلمان میں ۹۹ برائیاں ہوں اور صرف ایک اچھائی ہو تو اس ایک خوبی کی وجہ سے وہ ہر طرح کے اکرام واحترام کا مستحق ہے۔ فرمایا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل کافی ہے؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا تھا، یا معاذ اخلص یکفیک قلیل من العمل (اے معاذ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل تمہاری نجات کے لئے کافی ہے)۔ جماعتوں میں نکلنے کی اہمیت وضرورت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح کھانے کی مختلف چیزوں کو ہانڈی میں یکجا کر کے پکانا ضروری ہے اسی طرح ان پانچوں صفات کو اپنے اندر لانے کے لئے جماعت میں نکلنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ تبلیغ کی ہانڈی ہے۔

مولانا محمد اشرف صاحب مدظلہٗ کو حضرت سید صاحب سے ایسا روحانی تعلق اور قلبی لگاؤ ہے کہ وہ من توشدم تو من شدی کا صحیح مصداق بن گئے ہیں۔ کوئی موضوع ہو حضرت سید صاحبؒ کے ملفوظات فوراً ان کی نوک زبان ہوتے ہیں۔ اس تبلیغی دعوت کے موضوع پر گفتگو فرماتے ہوئے کہنے لگے ایک مرتبہ میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، "مولانا الیاسؒ تو مامور من اللہ تھے ورنہ کہاں یہ بنگلہ والی مسجد (مرکز تبلیغ دہلی) اور کہاں بدر واحد کے رہنے والوں کا یہاں ورود۔ ایک مرتبہ مزہ میں آکر فرمایا سلام علی الیاسین۔ ایک دفعہ ۱۹۵۱ء میں پشاور میں اجتماع تھا حضرت سید صاحب بھی تشریف فرما تھے جماعتوں کی رخصتی کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے اجتماعی دعا کرنے کی درخواست کی اس پر حضرت سید صاحبؒ پر بہت زیادہ گریہ طاری ہو گیا اور ارشاد فرمایا، "ان جماعتوں کو دیکھ کر قرن اول کی یاد تازہ ہو گئی کاش ہم نے بھی زندگی میں کوئی کام کیا ہوتا۔" کہنے لگے لائل پور کے ایک اجتماع میں، میں ایک پیدل جماعت میں چلا گیا کافی دن کے بعد حضرت کو خط لکھا چونکہ حضرت نے مجھے بیماری کی حالت میں چھوڑا تھا اس لئے جواب میں لکھا،

"آپ کے خط نہ آنے کی وجہ سے تشویش تھی۔ آپ کے خط سے تسلی ہوئی، مبارک ہو کہ آپ نے اپنے قدم اللہ کے راستہ میں گرد آلود کئے ؎

ایک جا رہتے ہیں عاشق بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ عمومی طور پر جہاد کے فضائل کو تبلیغ کے فضائل میں بیان کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟ فرمایا کہ اگر اخلاص ہو تو درست ہے۔ مقصد اعلاء کلمۃ اللہ اور رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔ ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ مجھے تبلیغی گشتوں میں شرکت کرنے سے یہ خیال ہوا کہ خود تو بے عمل ہے دوسروں کو دعوت دینے کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا جب کہ قرآن میں صاف صاف ہے "لم تقولون مالا تفعلون" (وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے) فرمایا کہ میں نے یہ اشکال لکھ کر اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجا۔ میرے حضرت ہمیشہ مختصر مفید جواب مرحمت فرماتے تھے اس دفعہ بھی صرف اتنا جواب دیا کہ "آیت مذکور میں دعویٰ منع ہے دعوت نہیں"۔

میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے "جو پیاسا ہوتا ہے کنوئیں کے پاس جاتا ہے یا دریا پر آتا ہے۔ آج دینی پیاس مٹ گئی، احساس باقی نہ رہا آج خود جن کے پاس پانی ہے انھیں سقہ بننا چاہئے اور پیاسوں کے پاس پہنچ کر پانی کا پیالہ پہنچانا چاہئے۔ دعوت کی مثال قرآن نے بھی بادلوں سے دی ہے۔ کھیتیاں بادلوں کے پیچھے نہیں جاتی ہیں بادل کھیتوں پر آکر برستے ہیں اسے زندہ کرتے ہیں۔ انبیاء کے اصول دعوت میں غرض ایک خاص چیز تھی وہ خود بے طلبوں کے پاس پہونچ کر ان میں طلب پیدا کرتے اور دین کا آب زلال ٹھنڈا پانی ان کے منھ میں ٹپکاتے۔ انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں مخلوق سے اجر طلبی اور کسی مفاد کی وابستگی نہیں ہوتی تھی وہ ہدایت یافتہ ہوتے تھے اور ہدایت کو لے کر در در پھر کر دین کی بات لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ سورۂ یٰسین میں آتا ہے "اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وھم مھتدون" (ان کی بات مان لو جو تم سے کسی معاوضہ کے طلب گار نہیں ہیں اور ہدایت یافتہ ہیں)۔

فرمایا، "پہلوں نے جان دے دیکر اوروں کی ہدایت طلب کی ہے۔" فرماتے تھے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا منشا شفقت علی الناس تھا وہ لوگوں کے غم میں کڑھتے تھے، گھلتے تھے اور جو ان کے بس میں ہوتا تھا ان کی ہدایات کے لئے کر گذرتے تھے یوں تو قرآن میں تفصیلی طور پر انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے طریقوں کو کھولا گیا ہے لیکن جس بے کلی وبے چینی اور ہر انداز سے قوم کے پاس پہنچ کر دین کی دعوت پہنچانے کا خاکہ سورۂ نوح میں بتایا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ (حضرت سید صاحبؒ بغیر تعالیٰ کے نام نہ لیتے تھے) کی بات پہنچانے کے لئے کیا کیا کاوشیں کرتے تھے۔"

فرمایا، "میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا" میرا پچاس سالہ تصنیفی زندگی کا تجربہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے سے اختلاف ملت میں انتشار کا سبب بن جاتا ہے اس لئے سلف کی رائے سے سر مو انحراف نہ ہو یہی آخری خواہش ہے اور یہی آخری نصیحت"۔

ایک دفعہ طلبہ مولانا مدظلہٗ کی مجلس میں حسب معمول حاضر ہوئے، موضوع سخن دنیا کی بے ثباتی وبے حقیقتی تھا۔ اس پر اپنے مخصوص عارفانہ انداز میں فرمایا، دیکھو کشتی بغیر پانی کے نہیں چل سکتی اور اگر پانی کشتی کے اندر آجائے تو ڈوب جاتی ہے بس دنیوی زندگی کی یہی مثال ہے۔ انسانی زندگی بغیر دنیا کے چل نہیں سکتی اور اگر دنیا کی محبت زندگی میں آجائے تو زندگی کی کشتی ڈوب جاتی ہے اس لئے نہ دنیا سے بالکل ہی بے تعلق ہو جاؤ اور نہ ہی اس کے پیچھے دوڑو، فرمایا کہ کافروں کے یہاں نفس کشی ہوتی ہے اور ہمارے یہاں نفس کشی۔ نفس تو وہ گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر ہمیں جنت میں جانا ہے اب اگر اس گھوڑے ہی کو مار دو گے تو جنت میں کس چیز پر سوار ہو کر جاؤ گے۔

جی تو یہ چاہتا تھا کہ:

"جب تلک بس چل سکے ساغر چلے"

لیکن مولانا محمد اشرف صاحب اور ان کی مصروفیات ومشغولیات پھر پشاور میں ان کی ذمہ داری۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا اشرف ایک عشرہ گذار کر پاکستان کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کی مجلسوں کی یاد باقی رہ گئی۔ ان ساعتوں کا جب بھی خیال آتا ہے تو مولانا رومیؒ کا یہ شعر یاد آجاتا ہے ؎

صحبت یک ساعت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اقبالؒ بھی اسی کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں ؎

می نروید تخم دل از آب و گل
بے نگاہِ از خدا وندانِ دل

جمعیۃ الاصلاح کے جلسہ میں مولانا محمد اشرف صاحب نے فرمایا، "تاریخ میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں کہ مرشد نے مسترشد کی شان میں اشعار کہے ہوں میرے حضرت رحمۃ اللہ کے بارہ میں حضرت تھانویؒ نے بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے یہ بھی ہیں ؎

از سلیماں گیر اخلاص عمل
داں تو ندوی را منزہ از دغل
اے دلت پر نور از انوار حق
اے دلت مسرور از اسرار حق

اس کی وجہ کیا ہے؟ اصل میں میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم ومعرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ تین چار مسائل میں جمہور سے جداگانہ رائے رکھتے تھے جس کو تفردات کہا جا سکتا ہے لیکن عمر کے اخیر کے حصے میں اپنے دل کے تقاضہ سے اپنے ان تفردات سے رجوع فرمایا اور فرمایا کہ سلف کی رائے سے سر مو انحراف نہ ہو یہی آخری خواہش ہے اور یہی آخری نصیحت۔"

[illegible] (۱)

میری بستی میں ہر سمت توحید کا جلوہ کارفرما ہے

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

★

شادی، موت، ولادت کے موقع تو پھر بھی کبھی کبھی آنے والے ہیں، میری بستی میں تو بسنے والوں کے روز آنہ زندگی کے ایک ایک جزیہ کو لیجئے، ہر سمت جلوہ توحید کا، ہر آن نعرہ تکبیر کا، آپ اپنے ہاں بیٹھے ہوئے ہیں، دوست عزیز ملنے آئے آپ انکا مزاج پوچھتے ہیں وہ آپ کا۔ جواب دونوں کی زبان سے نکلتا ہے "الحمد للہ خیریت ہے"۔ امتحان میں پاس ہوئے، مقدمہ جیتے، کہیں سے انعام ملا، بیماری سے شفا پائی، اولاد ہوئی، غرض خوشی کی کوئی بھی صورت بڑی یا چھوٹی ادھر پیدا ہوئی اور ادھر زبان پر آیا وہی "الحمد للہ" اور تو اور آپ محفل میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ چھینک آئی، آپ بولے "الحمد للہ" پاس ہی جواب ملا یرحمک اللہ، کوئی بیٹھنے سے اٹھنے لگا، گرنے سے سنبھلا، باہر سے گھر میں قدم رکھا، گھر سے باہر کے لئے قدم نکالا، دسترخوان بچھایا، پانی کا گلاس منہ سے لگایا، جلسہ میں تقریر شروع کی اور خدا جانے اسی قسم کے کتنے بے شمار موقعوں پر زبان سے کہا "بسم اللہ"، صبح سویرے آنکھ کھلی اور زبان نے پہلی دفعہ جو تلفظ کیا وہ وہی لا الٰہ الا اللہ! کسی حادثہ کی خبر آئی، کوئی دنیا سے رخصت ہوگیا، کوئی قیمتی چیز غائب ہوگئی، دل کو صدمہ پہونچا اور زبان نے ادا کیا "انا للہ و انا الیہ راجعون"۔ کسی کا دل بڑھانا ہوا، ہمت دلانی ہوئی اور آپ نے کہا "ماشاء اللہ" کسی کا شکریہ ادا کرنا ہوا، اور آپ کی زبان پر آیا "جزاک اللہ"، کسی کو داد دینی ہوئی اور آپ بولے "سبحان اللہ"، اپنی کسی غلطی کا احساس ہوا، کسی سے معذرت کرنی ہوئی اور آپ نے پکار کر کہا استغفر اللہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ، شادی کی محفل میں ادھر دولہانے کہا "قبول کیا" ادھر پاس سے نعرہ لگا "بارک اللہ"، اپنا یا کسی کا دل گرمانا ہوا تو زبان سے پکارا، "اللہ اکبر"! دل میں جذبہ شدید پیدا ہوا جرت کا یا عظمت کا، یا نفرت کا اور آپ بول اٹھے "معاذ اللہ"، "العظمۃ للہ"، "اللہ اللہ" یا "الا اللہ"، کبھی کوئی گندہ قول نقل کرتا ہوا، تو زبان نے پیش بندی کی کہ "نعوذ باللہ" کسی کو رخصت کرنا ہوا تو زبان پر آیا "خدا حافظ"، "فی امان اللہ" کسی سے ملے کسی سے رخصت ہوئے، کسی کو خط لکھنے بیٹھے تو زبان یا قلم پر آیا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کسی سے مصافحہ کیا تو زبان نے کہا یغفر اللہ لنا و لکم، کسی موقع پر صفائی پیش کرنی ہوئی، کسی الزام سے تبری کرنی ہوئی، اور آپ پکار اٹھے "حاشا للہ"، کوئی وعدہ کرنا ہوا، کوئی ارادہ ظاہر کرنا ہوا اور زبان سے بے ساختہ نکلا "انشاء اللہ"، میت کو قبر میں اتارا تو کہا "بسم اللہ ... علی ملۃ رسول اللہ" کسی کو اپنی بات پر زور کے ساتھ یقین دلانا ہوا تو کہا "واللہ ثم باللہ"!

میرے اور میرے والوں کے یہ عام معمولات کسی سے چھپے ہوئے ہیں! بڑے چھوٹے دوست، دشمن، سب پر عیاں ہیں، خدا کا نام اللہ کا ذکر، میری روح کی غذا ہے میری زندگی کا جزو ہے، میری گفتگو کا تکیہ کلام ہے سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اس کثرت سے ذکر الٰہی کی توفیق اور کسی قوم کو ہوئی ہے؟

خالق اور مخلوق دونوں کے حق ادا کرنے میں ایسی قوم کا قدم کسی سے پیچھے رہ سکتا ہے؟ حد یہ ہے کہ جو عقیدہ مسلمان نہیں صرف مسلمان کے پڑوسی رہے ہیں، جن کے دل مسلمان نہیں صرف زبانیں مسلمانوں کی زبان بولنے لگی ہیں وہ تک اسی رنگ میں رنگ گئے ہیں، اسی ہوا میں رچ بس گئے ہیں — "سبحان اللہ" اور "ان شاء اللہ" کے کلمے کشمیری پنڈتوں کو بے ساختہ بولتے اور کائستھوں کو بے تکلف لکھتے کس نے نہیں سنا؟ کس نے نہیں دیکھا ہے؟

معاشرت کے ان منظروں کی سرسری سیر کے بعد اب میرے مالی اور معاشی نظام کی طرف آئیے تجربہ کی بات کہی جس نے بھی کہی کہ دنیا میں جھگڑے فساد کی جڑ یہی تین چیزیں ہیں۔ زر، زن، زمین، اور ان تینوں میں زر سب سے مقدم۔ دنیا کے کسی حصہ میں نکل جائیے، جنگ اور بلوے، مقدمہ بازیاں اور جعلسازیاں، خوں ریزیاں اور فوجداریاں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں، ان کا جائزہ لے ڈالئے، سب کا نہ سہی اکثر کا سرچشمہ یہیں سے ابلتا نظر آئے گا۔ دوسرے مذہب، دوسرے تمدن، دوسرے فلسفے ظاہر پرستوں میں پڑ کر اوپری علامتوں کو اصل مرض سمجھ بیٹھے، کسی نے سنیاس کا بھبھوت مل دھر کی گنگا جلی اٹھائی کہ روپیہ کا ہاتھ سے چھونا حرام، جو چھوئے اس کا جسم ناپاک ہوجائے اور پولوس کی بھیڑوں کا گلہ تو اپنی مقدس کتاب میں یہ نوشتہ پا رہا ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان اور دولت مند کا آسمانی بادشاہت میں داخلہ مشکل، اور کسی کے دل پر دولت کی عظمت کا اور اہمیت کا وہ سکہ بیٹھا کہ اس نے لکشمی دیوی کے نام سے دھن دولت کی مستقل پوجا شروع کر دی! شرک و جاہلیت کے مذہبوں میں افراط و تفریط کی یہ مثال کچھ انوکھی اور نادر نہیں۔

اب مجھے دیکھئے کس طرح مرض کی ظاہری علامتوں کو نہیں۔ بلکہ حذاقت کے ساتھ اصل اسباب مرض کی تشخیص کی اور سانپ کے زہریلے دانت الگ کر کے بے فکری کے ساتھ سانپ کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا میں نے اعلان کیا کہ حرام دولت نہیں، دولت کی ہوس ہے۔ کسب زر نہیں، جمع زر ہے، دولت کی محبت عین دنیا کی محبت ہے اور جو دنیا کو برتنے کے بجائے اس کے جال میں پھنس گیا وہ میری برکتوں سے کورا رہ گیا، روپیہ کی مثال تو پانی کی سی ہے بہتا رہے چلتا رہے۔ رواں رہے، تو بڑے سے بڑے دریا، ساگر، سمندر بھی کام ہی کے ہیں، تفریح کے ذریعہ ہیں، صحت کے خزانے ہیں کبھی پانی اگر رکا، ایک جگہ اگر جم گیا تو بس نالے اور تالاب بھی گندگی کے گھر ہیں، بیماری اور تعفن کے اڈے ہیں۔ لیکن دنیا کو برتنا، دنیا کو صحیح طور پر استعمال میں لانا، فرائض میں داخل ہے۔ اس لئے روپیہ ناجائز طریقہ پر کمانا بہ قدر ضرورت تحصیل زر کرنا، فرائض حیات ہے۔ روپیہ کماؤ لیکن کھاؤ اور کھلاؤ البتہ اس چشمہ پر بند نہ لگاؤ اس دھارے کو بہتا ہوا رکھو۔ کسب معاش کے لئے ہاتھ پیر نہ ہلانا، راہب بن جانا، بھیک اور نذر کرنا اپنے کو بھکشو کہلانا، جس مذہب میں بھی عبادت ہو، قرب الٰہی کا ذریعہ ہو، میرے ہاں ننگ انسانیت ہے، توہین آدمیت ہے، کسب معاش پر میرے آقا و سردار نے زور دیا ہے اور بھیک مانگنے سے شرم دلائی ہے، تجارت، زراعت، صنعت، حرفت، ملازمت، مزدوری کے صدہا دروازے میرے لئے کھلے ہوئے ہیں ان میں سے ہر جائز پیشہ اختیار کر لینا میرے ہاں باعث فخر، موجب اجر۔

مشرکانہ اور ملحدانہ تہذیبوں میں جوا بالکل جائز ہے، بعض صورتوں میں تہواروں کے دن بطور شگون جوا کھیلنا جزو مذہب تھا اور ہے۔ تفریح تو بغیر اس کے گویا ہو ہی نہیں سکتی اور اب تک یاروں نے زندگی اور صحت پر بھی پانسے ڈالنے شروع کر دیئے ہیں، جان اور تندرستی کو جوئے کے داؤں میں لے آئے ہیں اور حسب معمول نام اس کا بھی ایک شاندار سا لائف انشورنس رکھ دیا، میں نے پہلی بار آ کر جوئے کے دستور پر ضرب کاری لگائی اور بتایا کہ اس کی ہر صورت حرام، نرد اور پانسہ کا ہر کھیل حرام، نقد و جنس کی بازی لگا کر تفریح اور تماشے کی ہر قسم حرام، لاٹری ناجائز، گھوڑ دوڑ پر، فٹ بال پر بازی لگانا ممنوع، انشورنس کمپنیوں کی پالیسی، کارنیوال میں لکی بیگ (Lucky bag) اور اخبارات میں لفظی معمے میری جڑ، مانٹے کارلو کا مشہور عالم قمار خانہ آج تہذیب جاہلی کا سب سے بڑا زندہ کارنامہ ہے، فرنگستان کا سب سے بڑا جوا گھر، جس کمپنی کے پاس اس جوئے گھر کا ٹھیکہ ہے اس کی آمدنی کا حساب تو کون لگائے گا۔ موٹا اندازہ اس سے کیجئے

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش

رعیّت کی فکر میں اضطراب و بیقراری

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک عجیب اضطراب و وارفتگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں، سر دونوں ہاتھوں پر جھکا ہوا ہے، آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ رہا ہے، زبان آہ وزاری میں مصروف ہے اور سسکیوں سے آواز گلوگیر ہے۔ یہ دردانگیز منظر دیکھ کر میں بے چین ہوگئی گھبرا کر اٹھی اور بے تابی کے ساتھ ان کے قریب پہونچی کچھ دیر تک مجھ پر سکتے کا سا عالم طاری رہا، زبان کی طاقت گویائی گم تھی، ان کی یہ حالت دیکھ کر دل اندر سے امنڈا آ رہا تھا، میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا اور ہمت کر کے پوچھا، خیر تو ہے، فرمایئے کیا تکلیف ہے، آخر اس گریہ وزاری کا سبب کیا ہے، کچھ دیر تک وہ خاموش رہے جب میں بہت پیچھے پڑی تو فرمایا، کہ فاطمہ تمہیں اس سے کیا غرض لیکن جب میں نے پھر اصرار کیا اور کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ آپ کی تکلیف کا سبب معلوم ہو، تو میں بھی اس کے دور کرنے میں آپ کی مدد کروں، تو فرمایا کہ فاطمہ مجھ پر ایک عجیب پریشانی طاری ہے، میں سوچتا ہوں تو اپنے آپ کو ایک عجیب مصیبت میں پاتا ہوں، قضا و قدر نے مشرق سے لے کر مغرب تک لاکھوں میل کے علاقے کی حکومت میرے سپرد کی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کروڑوں بندگان خدا کی ذمہ داری میرے سر ہے، معلوم نہیں کتنوں کو کھانا نصیب ہوتا ہے، کتنے خالی پیٹ رات دن گذارتے ہیں، معلوم نہیں کتنے مریض ہیں جن کی شفایابی کا سامان نہیں کتنے پریشان روزگار ہیں، کتنے تنگ دست اور فاقہ کش ہیں، کتنے قیدی ہیں جو دشمنوں کے ہاتھوں میں مصیبت کے دن گذار رہے ہیں، کتنے یتیم اور بیوائیں ہیں، جن کے سر پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ میں قیامت کے دن اس ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکوں گا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق سوال کریگا، بلالحاظ مذہب و ملت ہر انسان جو میری مملکت میں رہتا ہے، اس کی راحت و آسائش کی ذمہ داری میرے اوپر ہے، اللہ تعالیٰ کے یہ بندے میری نگرانی میں ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ جب کل وہ مجھ سے اپنے ان بندوں کے متعلق دریافت کرے گا کہ میں نے ان کی خدمت کہاں تک انجام دی اور ان کی دیکھ بھال کس طرح کی تو میں کیا جواب دوں گا۔ پھر مجھے خیال آتا ہے کہ عام انسانوں کے علاوہ امت محمدیؐ کی مخصوص ذمہ داری بھی میرے سر ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں بھی باز پرس کریں گے دل لرزتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں کیا کہوں گا، سرخ و سفید گورے اور کالے جو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے ہیں ان کی حفاظت و نگہداشت اور اصلاح و تربیت کے متعلق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا عرض کروں گا؟

اے فاطمہ! مجھے جب اسکا خیال آجاتا ہے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور دل قابو میں نہیں رہتا اور ایک اسی رات کا کیا ذکر ہے سبھی راتیں اسی حال میں گذرتی تھیں کہ زبان پر آہ سرد اور آنکھیں اشکبار بعض اوقات تو اس طرح تڑپتے تھے جیسے کوئی جانور ذبح کر دیا جائے اور دم واپسیں تڑپ رہا ہو، ایک رات اٹھ کر نماز پڑھنے لگے، سورۂ فاتحہ کے بعد واللیل شروع کی جب وانذرتکم نارا تلظی (میں تمہیں اس آگ سے ڈراتا ہوں جو شعلہ بار ہے) تک پہونچے تو رقت طاری، اتنا روئے کہ آواز گلوگیر ہوگئی، آنسوؤں کی شدت سے دم گھٹنے لگا، بالآخر سلسلۂ قرأت رک گیا اور کسی طرح آگے نہ بڑھ سکے، کبھی کبھی ان کی حالت اس درجہ اضطراب انگیز ہو جاتی تھی کہ میں گھبرا جاتی تھی، دل میں پریشان کن خیالات آتے اور میں سوچنے لگتی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غم و الم کی شدت میں ان کی روح پرواز کر جائے اور جب صبح لوگ اٹھیں تو انھیں معلوم ہو کہ غم و الم کی شدت میں ان کی روح پرواز کر جائے اور جب صبح لوگ اٹھیں تو انھیں معلوم ہو کہ اس وقت ان کا خلیفہ ختم ہو چکا ہے اور وہ دنیا میں بے سردار رہ گئے ہیں۔

یہی احساس فرض تھا جس نے انھیں سلاطین کی صف سے ہٹا کر خلفاء راشدین کے پہلو میں بٹھا دیا، سچ کہا ہے کہنے والے نے کہ:-

"وہ خلوتوں میں اللہ کے حضور میں گڑگڑاتے تھے اور جلوتوں میں اس کے بندوں کی خدمت میں مصروف رہتے، نہ بندوں کے کام میں انہماک، بندہ نواز کی طرف سے غافل کرتا تھا اور نہ بندہ نواز کا ذکر اس کے بندوں کی خدمت سے باز رکھتا تھا۔

★ ★

بقیہ صفحہ ۸

کہ اس بے اندازہ آمدنی پر جو ٹیکس وہ دے رہی ہے صرف اس ٹیکس کی رقم کا ایک لاکھ پونڈ (۱۳½ لاکھ روپیہ) سالانہ کی ہے اور ابھی ۱۹۴۷ء تک یہی ٹیکس ادا کرتی رہیگی، میری عملداری میں اس طرح کا ادارہ کسی کے خواب و خیال میں بھی آسکتا ہے؟ میرے ہاں کی کتابی تعلیمات کو چھوڑیئے عملاً میری تاریخ کے دور میں کوئی ماؤنٹ کارلو ملے گا؟ کسی راجہ نل کا وجود نظر آئے گا؟

جوئے کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر دوسری چیز جو جاہلی تہذیب کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے، وہ اس کا شوق سودخواری ہے، میرے سوا ساری تہذیبوں نے سود لیا ہے، سود دیا ہے اور جاہلیت جدیدنے تو سوسائٹی کے دشمن، سودخوار کو سوسائٹی میں اعلیٰ ..... مقام پر پہنچا دیا ہے۔ "بینکنگ" کا عظیم الشان نظام اس تہذیب کے بڑے چھوٹے کہنا چاہیے کہ سب ہی اداروں کو دبوچے ہوئے ہے اور بینکر ہونا، ساہوکار ہونا بینک کا منیجر، بینکنگ کمپنی کا ڈائرکٹر ہونا جاہ و منزلت کے ایک اعلیٰ منصب پر فائز ہونا ہے، یونان، روم، ہندوستان سود کے نقصانات محسوس سب کر چکے تھے لیکن ہمت کسی کی نہ ہوئی کہ اسے روکنے کا قدم اٹھائے خود آج اگر سودی قرضوں کا قدم درمیان سے اٹھ جائے، یہ جنگ جہاں سوز جو سارے عالم کے خرمن امن کو جلاتی بھونکتی اور اکھاڑتی چلی آرہی ہے کے دن، کہ گھنٹے جاری رہ سکتی ہے؟ جان کی ہلاکتیں، مال کی بربادیاں، اور کچھ سب رہے ہیں، جھگڑے سب چکے ہیں وہ بہت مجھ کو، ہاں صرف مجھی کو ہوئی کہ میں نے حرام کر دیا سود کی ہر شکل کو، سود مفرد کو، سود مرکب کو، سود لینے کو، سود دینے کو، سود کی کتابت کو، اس کتابت پر شہادت کو۔

بقیہ صفحہ ۱۱

ترجمانی کرتی ہے جب کہ خود روسیوں کے پاس عدن کا عظیم اور ناقابل تسخیر ساحلی اڈہ ہے اور وہ اس کے ذریعہ اس علاقہ میں قابل ذکر کردار ادا کر سکتا ہے روس نے افغانستان میں فوجوں کو مزید بڑھا دیا ہے تاکہ اس کو ایرانی سرحد سے قریب رکھا جاسکے اور صحیح وقت پر استعمال کیا جائے اور یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ دونوں بڑی طاقتوں نے اس علاقہ کو کس طرح اپنے مفادات میں استعمال کیا۔

روس اور امریکہ دونوں بڑی طاقتیں اپنے علاقہ سے دور دوسروں کی سرزمین پر جنگ کے بادل لا کر منڈلا دیتی ہیں اور اس علاقہ کے سکون و چین کو تہس نہس کر دیتی ہیں اور بعد میں امن کے پیامبر بن کر اقوام متحدہ جہاں صرف طاقتور کی بات سنی اور مانی جاتی ہے کے ذریعہ امن و سکون اور چین کی خاطر بندر بانٹ کر لیتی ہیں اور اس میں دونوں ایک دوسرے کے مفادات کا پورا پورا خیال بھی رکھتی ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ان علاقوں میں ان طاقتوں کو اس قدر دسترس و تقویت حاصل ہو مگر آثار اچھے نہیں ہیں اور جنگ کے بادل بھی گھرے ہیں اب اس علاقہ کے مکین اپنے کو اس گھرے بادل سے کس طرح محفوظ رکھتے ہیں اس کا فیصلہ تو بہرحال آنے والے لمحات ہی کریں گے۔!!

عالم اسلام

خبروں کے آئینہ میں

ابوالمعظم ندوی

● سوڈان کے جعفر نمیری اور شیخ زاید بن سلطان کے درمیان ایک معاہدہ ہوا ہے جس کے مطابق ایک سو پچاس ملین ڈالر سوڈان کو قرض دیے جائیں گے تاکہ وہ ترقیاتی منصوبوں پر یہ رقم لگا سکے۔

● تحریک آزادی فلسطین نے اردن کی یہ پیشکش مسترد کردی ہے کہ دونوں کے درمیان بین الاقوامی سطح پر سیاسی اتحاد ہو اور یکساں موقف سیاسی مسائل کے متعلق اختیار کئے جائیں۔

● واشنگٹن میں اس خبر سے بڑی بے چینی پائی جارہی ہے کہ سعودی حکومت نے پہلی بار روسی فوجی ہوائی جہازوں کو اپنے فضائی حدود سے گذر کر یمن جانے کی اجازت دے دی ہے۔ سعودی حدود سے ہو کر عدن جانے میں کئی سو میل کی مسافت کم ہو جائے گی۔

● آج کل لیبیا میں قذافی کے خلاف دستی اشتہارات کی کثرت ہے جس میں کرنل کو ڈکٹیٹر اور ظالم و بے رحم قرار دیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ حکومت لیبیا نے عام لوگوں کو بیرونی سفر سے روک دیا ہے تازہ قانون کی رو سے صرف مندرجہ ذیل طبقے سفر پر جاسکیں گے۔

۱۔ سرکاری افسران اور سرکاری کارخانوں کے ذمہ دار۔

۲۔ وہ طلبہ جو سرکاری خرچ پر تعلیم حاصل کرتے ہیں،

۳۔ وہ تاجر جن کے پاس ریزو بینک کا سرٹیفکیٹ ہو جس میں یہ صراحت ہو کہ یہ بینک کے مقروض نہیں ہیں۔

● فلسطین کی تحریک آزادی کی تنظیم الفتح کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ عراق کے جاسوسی ادارے نے شامی آزکاروں کی مدد سے یاسر عرفات کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے اس سلسلہ میں دس فلسطینیوں کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان سے تفتیش کی جارہی ہے۔

● فرانسیسی صدر جسکار دیستاں کے دورۂ خلیج کے نتیجہ میں فرانس نے خلیجی ملکوں سے تین ارب ڈالر کے اسلحہ کی سپلائی کا سودا کیا ہے۔ ابھی سعودی عرب سے جدید اسلحہ کا معاہدہ باقی ہے۔

● الجزائر کے مشہور لیڈر احمد بن بیلا کو جب نئی حکومت نے قید خانہ سے نکال کر آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع دیا تو لوگوں کی بڑی تعداد ان سے ملنے جانے لگی۔ غالباً ان کی اس مقبولیت سے خطرہ محسوس کرکے حکومت نے ان سے ملنے والوں پر پابندی عائد کردی ہے۔ اب صرف ان کے خاص عزیز و رشتہ دار ہی ان سے مل سکتے ہیں۔

● مصر کے ظالم و سفاک سابق حکمراں جمال عبدالناصر کے ناموں کو بعض مرکزی جگہوں سے کھرچ کھرچ کر ہٹایا جارہا ہے۔ مثلاً بحرۂ ناصر کا نام بدل کر بحرۂ سد عالی کردیا گیا ہے۔ ناصر اسٹیڈیم کو اب قاہرہ اسٹیڈیم کہا جارہا ہے۔ قاہرہ یونیورسٹی کے ناصر ہال کو اب قاہرہ یونیورسٹی ہال کہا جانے لگا ہے۔ اخبارات اور ریڈیو بھی انہی جدید ناموں کی تشہیر کرتے ہیں،

● افغانستان میں روسی جارحیت کے بارے میں احتجاج کرتے ہوئے مصری حکومت نے ایک ہزار روسی ماہرین کو ملک سے نکال دیا ہے۔ یہ ماہرین فولاد کے کارخانوں اور بحری جہاز سازی کے مرکزوں میں کام کر رہے تھے۔

مصری بمقابلہ اسرائیلی

اگرچہ قاہرہ اور تل ابیب میں دونوں سفارت خانے کھل چکے ہیں اور محدود سرکاری سطح پر سفارتی تبادلہ ہو چکا ہے مگر مصری عوام اور وہاں کا باشعور طبقہ اب بھی صدر سادات کے اس اقدام کا مخالف ہے، اس کے متعلق ہم گذشتہ شمارہ میں لکھ چکے ہیں، اخوانیوں کے ترجمان الدعوۃ نے (جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتا ہے) اپنے تازہ اداریہ میں مصری و اسرائیلی گفتگو کے تحلیل و تجزیہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ صلح کے معاملہ میں اسرائیل مخلص نہیں ہے، اور وہ قدم قدم پر مصری وفد کو چیلنج دیتا ہے اور مصر کا حال یہ ہے کہ اگرچہ وہ کہتا ہے کہ ہم طاقتور اور فاتح کی حیثیت سے گفتگو میں شریک ہیں مگر اس کے باوجود اسرائیلی کالونیوں کے قیام کے سلسلہ میں صرف امریکہ سے احتجاج کر کے رہ جاتا ہے۔

صدر سادات نے کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کے بعد محسوس کر لیا تھا کہ ان کا یہ معاہدہ انفرادی نوعیت کا معاہدہ ہے اور مصری عوام ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ اسی بنا پر انھوں نے رائے شماری کی ضرورت سمجھی اور پہلے طے شدہ پروگرام کے مطابق سو فیصدی عوام نے ان کی تائید کردی۔ اس انتخاب کے بارے میں سادات نے پہلے ہی پیشین گوئی کردی تھی کہ وہ سو فیصدی ووٹ حاصل کرلیں گے لیکن قاہرہ میں سابق امریکی سفیر مسٹر ہیرمن ایلٹس کا کہنا ہے کہ حکومت کی طرف سے قدم قدم پر دباؤ ڈالا گیا اور حزب مخالف کو سانس لینے تک کی اجازت نہیں دی گئی۔

قاہرہ میں اسرائیلی سفارتخانہ کے قیام کے بعد مصری عوام کا کیا رد یہ ہے ان کے احساسات کیا ہیں؟ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خبروں سے کیا جا سکتا ہے:۔

● جس دن اسرائیلی سفارت خانہ کا افتتاح ہو رہا تھا اس دن چوبیس گھنٹے تک پڑوس کی عمارت سے چیخ و پکار کی آواز آتی رہی، تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسرائیلی سفارت خانہ کی عمارت کے پاس کچھ فلسطینی طالبات رہتی ہیں جنھوں نے یہ ہنگامہ کیا تھا۔

● قاہرہ میں مناسب عمارت تلاش کرنے کے لئے اسرائیلی وزارت خارجہ کو خاصی دشواری ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ قدیم منصوبے کے مطابق نیل سے فرات تک کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے نیل کے کنارے کوئی عمارت سفارت خانہ کے لئے دستیاب ہو جائے عمارتیں تو بہت سی ہیں مگر کوئی اسرائیل کو کرایہ پر دینے کے لئے تیار نہ ہوا آخر ایک عیسائی اس کے لئے تیار ہو گیا اور اس نے تین ہزار مصری پونڈ ماہانہ پر اپنی عمارت کرایہ پر اٹھادی (تقریباً ۳۶ ہزار روپے ماہانہ) کرایہ پر عمارت دینے والے کے نام لوگوں نے اخبارات میں کھلے خطوط لکھے اور اس سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وطن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دشمن ملک کو اپنی عمارت نہ دو چاہے اس کی کتنی ہی قیمت کیوں نہ ملے۔

● اسرائیلی وزیر اعظم اس بات سے بہت خفا ہیں کہ ازہر میں طلبہ و اساتذہ کے ایک جلسہ میں اسرائیل کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا۔ دراصل یہ جلسہ افغانستان میں روسی جارحیت پر غور کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔

● مصری بار ایسوسی ایشن اور ایڈیٹروں کی انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک آخری اسرائیلی سپاہی مصر کی سرزمین سے چلا نہیں جاتا وہ اسرائیل سے تعلقات قائم نہیں کریں گے نہ مصری اخبار و رسائل کا تبادلہ کریں گے۔

● اسرائیل سے تعلقات کے لئے ہر مصری سے عوامی سطح پر یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ اسرائیلیوں سے قطعاً کوئی معاملہ نہ کریں۔

رسالہ الدعوۃ نے اپنے تازہ شمارہ میں جگہ جگہ یہ اعلانات دیے ہیں:۔

● اسرائیلیوں سے چوکنا رہو، وہ تمہارے دین و اخلاق کے لئے سنگین خطرہ ہیں.

● اس بات کو نہ بھولو کہ قبلۂ اول مسجد اقصیٰ ابھی تک دشمن کے قبضے میں ہے، اسکے باوجود بھی آپ اسرائیلیوں سے کیسے دوستی کے لئے تیار ہو سکتے ہیں؟

● فلسطین اگر جانا چاہتے ہو تو مجاہد بنکر نہ کہ سیاح کی حیثیت سے۔

● یہ سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے اور اسرائیلیوں کے درمیان دوستی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اسرائیل ڈھٹائی سے برابر یہ اعلان کرتا آرہا ہے کہ بیت المقدس اب ہمیشہ کے لئے اسرائیلی دارالسلطنت بن گیا۔

● مصری حکام کو چوکنا رہنا چاہیے وہ غور سے دیکھتے رہیں کہ اسرائیلی ہمارے

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

خلیج کے علاقہ میں امریکہ کی فوجی تیاری

محمود الازہار ندوی

جاپان کے اخبار یونیورن شمبون نے اطلاع دی ہے کہ امریکی کانگریس کے فوجی اور امور خارجہ کے ماہرین نے خلیج کے علاقہ میں چار طیارہ بردار اور دوسرے جنگی جہازوں سمیت ایک نئی فوج متعین کرنے کی حمایت کی ہے۔ امریکہ کی ریپبلکن اور ڈیموکریٹک پارٹیوں کے بیس ممتاز سینٹروں نے امریکی فوج کی قوت میں زبردست اضافہ کا منصوبہ مرتب کیا ہے۔ یہ منصوبہ انتخابات کے بعد عمل درآمد کے لئے صدر کارٹر کو پیش کیا جائے گا۔ ان امریکی سینٹروں نے متنبہ کیا ہے کہ روس ۸۰ اور ۸۱ کے دوران ایران پاکستان اور یوگوسلاویہ پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ کرسکتا ہے ان سینٹروں نے صدر کارٹر کی اس تجویز کو ناقص قرار دیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر جاپان میں متعین امریکی افواج کو دوسرے علاقوں میں منتقل کردیا جائے۔ ان سینٹروں نے کہا ہے کہ ہر علاقہ میں مخدوش حالات کے مقابلہ کے لئے امریکی افواج موقعہ پر موجود ہونی چاہیئے جو فوری طور پر کارروائی کرسکے کیوں کہ ہزاروں میل کے فاصلہ سے فوجوں کو مخدوش علاقہ تک پہنچانے میں مخالف فریق کو صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی مہلت مل جائے گی۔

امریکہ اور ایران کے مابین جب سے حالات کشیدہ ہوئے اس وقت سے برصغیر اور خلیج کے علاقہ میں دنیا کی دو بڑی طاقتوں کی دلچسپی اس سے بڑھ گئی ہے ایران کے حالات ڈرامائی طور پر امریکہ کے مخالف ہو گئے اور روس نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان پر قبضہ کرلیا۔ اب اس علاقہ میں امریکہ کو دوسرے اڈے اور علاقہ کی تلاش تھی جو اس کی تمام تر مفادات جو اس خطہ میں ہے اس کو برقرار رکھنے اور اس کے ہمنوا ممالک کو محفوظ رکھ سکے۔ اس سلسلے میں امریکہ نے اپنی بحری طاقت میں اضافہ کیا سب سے پہلے امریکہ نے اپنے پرانے دوستوں سے اپنے تعلقات نئے حالات کے تحت تجدید کرنی چاہی اور نئے دوستوں کی تلاش شروع کردی اس میں اس کو کسی حد تک کامیابی ہوئی۔ اس نے خطرات سے گھری ہوئی پاکستانی حکومت کی طرف امداد کا ہاتھ بڑھایا مگر وہاں کے حکمرانوں کے دانشمندانہ رویہ سے امریکہ کو پرجوش تعاون نہ مل سکا، بلکہ اس معاملہ میں کسی حد تک ناکامی ہوئی۔ ایران اس کے ہاتھ سے پہلے ہی نکل چکا تھا وہاں سے وہ کوئی امید نہیں رکھ سکتا تھا۔

اب اس نے ترکی کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایا کیونکہ ملک کی معاشیات کو سہارا دینے کے لئے کوئی نہ کوئی وسیلہ ضروری تھا اور دونوں کے تعلقات اگست ۱۹۷۴ء میں امداد کے روک دئے جانے کی وجہ سے کشیدہ ہو گئے تھے۔ دونوں ممالک نے ایک پنجسالہ دفاعی معاہدہ پر دستخط کئے۔ جس کے تحت امریکہ ترکی میں فوجی اور سراغ رسانی کے اڈے استعمال کرسکے گا اور ترکی کو اس مدت کے دوران ایک ارب ۲۵ کروڑ ڈالر کی فوجی امداد دے گا۔ امریکہ ترکی کے فوجی اور سراغ رسانی کے اڈوں کو ناٹو کے طریق کار کے مطابق استعمال کرے گا۔ اس معاہدہ پر انقرہ میں ترک وزیر خارجہ اور امریکی سفیر نے دستخط کئے اور اس طرح کشیدگی کا وہ ۶ سالہ دور ختم ہو گیا جو قبرص میں ترک فوجیں بھیجنے کے بعد سے شروع ہوا تھا۔

دوسری طرف امریکہ نے صومالیہ سے بھی سہولتیں حاصل کرلیں وہ پہلے تو روسیوں کے کنٹرول میں تھا مگر روس سے حالات اس قدر کشیدہ ہوئے کہ روسیوں کو اس علاقہ سے رخت سفر باندھنا پڑا۔ اب ان حالات میں امریکہ نے ایک اہم اڈہ کو حاصل کرلیا ہے اور اس کی منظوری صومال حکمرانوں نے دے دی ہے صومالیہ کے صدر سیاد بری نے اس سلسلہ میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ فی الحال دونوں ملکوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ طے نہیں پایا تاہم صومالیہ امریکہ کو فضائی اور بحری سہولتیں دینے پر رضامند ہے اور عمان سے بھی اس کو فوجی سہولتیں حاصل ہیں۔ واضح رہے کہ افغانستان میں روسی مداخلت کے بعد فوجی اڈوں کی سہولت حاصل کرنے کے لئے امریکہ نے صومالیہ کینیا اور عمان سے رابطہ قائم کیا تھا جہاں امریکہ ان ممالک سے تعاون کے نام پر سہولت حاصل کر رہا ہے وہیں اس نے کچھ ایسے اقدامات بھی کئے جس سے اس کے عزائم کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس نے فیصلہ کیا ہے کہ دو لاکھ فوج سمندر پار اڈوں پر تعینات کرے گا وہ امریکی فضائیہ کو فضا سے زمین پر مار کرنے والے ایک جدید میزائل سے لیس کرے گا جو چار سو اسی کیلو میٹر (۳۰۰ میل) تک مار کرسکیگا امریکی وزارت دفاع کے ایک ترجمان کے بیان کے مطابق یہ میزائل غیر ایٹمی ہوگا۔ اور ۱۹۸۳ء تک تیار ہوجائے گا اور اسے ۶ اور ایف ۸ ساخت کے حملہ کرنے والے طیاروں ایف ۱۶ اور ایف ۱۱۱ جیٹ لڑاکا طیاروں اور آب دوز شکن پی ۳ طیاروں میں نصب کیا جائیگا

دریں اثنا امریکہ نے دو لاکھ ریٹائرڈ فوجی افسروں اور نوجوانوں کو جنگ یا ہنگامی حالات کے موقع پر ڈیوٹی پر طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ان دو لاکھ ریٹائرڈ فوجی افسروں اور جوانوں کو اس فیصلہ سے آگاہ کردیا ہے، ان نوجوان فوجیوں کو سمندر پار ڈیوٹی پر بھیجا جائے گا۔ نیز امریکہ اس منصوبہ پر بھی غور کر رہا ہے کہ بھاری ساز و سامان سے لیس جنگی جہاز ان ملکوں کی سمندری حدود میں متعین کئے جائیں تاکہ بحر ہند میں مغربی ملکوں کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور جب کہ ایران اور عراق دونوں ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں اور جھڑپیں تک ہو رہی ہیں اس مرحلہ میں امریکہ کا ایران کے خلاف کوئی اقدام اس بناء پر کہ ان دونوں ملکوں کی جنگ سے امریکی مفادات کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہے اور امریکہ اس سے الگ نہیں رہ سکتا نیز ایرانی ساحل سے کچھ فاصلہ پر امریکہ کے جو بحری دستے موجود ہیں ان کی امداد کے لئے مزید اٹھارہ سو بحری سپاہی بھیجا جائے گا خود اس جنگ کی آگ کو ہوا دینا ہے وہ بحری دستہ فلپائن سے خلیج کے علاقہ میں پہنچایا گیا ہے اور ایک اعلان کے مطابق اس وقت بحر ہند میں امریکہ اور روس کے ۲۷ جنگی جہاز موجود ہیں۔

دوسری طرف امریکہ نے اپنے سراغ رسانی کے نظام کو جدید اور قوی تر بنا لیا ہے اس نے میساچوسٹس میں جدید ترین راڈر سسٹم لگا دئے ہیں جس نے کام کرنا شروع کردیا ہے یہ سسٹم میزائیلوں کا پتہ لگانے کا یہ سسٹم قائم ہونے کے بعد کئی ماہ سے یہ معلوم کیا جارہا ہے کہ آس پاس کے علاقوں پر مائیکرو ویو تابکاری کا اثر تو نہیں پڑتا۔ راڈر سسٹم کی دس منزلہ عمارت ساحل سمندر پر بنائی گئی ہے اور اس میں راڈر اور کمپیوٹر کی مشترکہ تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ یہ راڈر ۳ ہزار میل سے پھینکے جانے والے میزائیلوں کا سراغ لگا لیتا ہے اور سمندر کی جانب سے پھینکے جانے والے میزائیلوں کا بھی پتہ لگا لیتا ہے اور ان کے فاصلہ کی اطلاع دیتا ہے۔ اس راڈر سسٹم سے زمین کے مدار میں گشت کرنے والے سیاروں کی پوزیشن اور خاصیت معلوم کرنے کا کام بھی لیا جاسکتا ہے۔

امریکہ نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے لئے ڈیڑھ ہزار میل تک مار کرنے والا انتہائی خوفناک میزائیل تیار کرلیا ہے اس کا راڈر کے ذریعہ پتہ لگانا بھی ممکن نہیں ہے امریکی ماہرین کا کہنا ہے ان کا فضا سے زمین پر مار کرنے والا کروز قسم کا یہ میزائیل ایک اہم جنگی ہتھیار ہے جو آئندہ جنگ میں کلیدی اہمیت کا حامل ہوگا۔ یہ میزائیل تقریباً چھ بڑا لمبا ہے اور اس کی شکل ہوائی جہاز جیسی ہے اور اس کے ذریعہ ایٹم بم کو بھی ٹھیک نشانہ پر گرایا جاسکتا ہے۔

امریکی اقدامات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خلیج کا علاقہ اس وقت کسی قدر حساس ہو گیا ہے اور بڑی طاقتوں کی رقابتوں کی آماجگاہ بن گیا ہے اگرچہ روس نے بھی اپنے دفاع اور اس علاقہ کو مکمل یک طرفہ امریکہ کے حق میں جانے سے روکنے کے لئے کم انتظامات نہیں کئے ہیں، لیکن تازہ بیان جو اس نے ایران اور عراق کے تنازعہ کے وقت دیا ہے کہ وہ ایران کو تنہا نہیں چھوڑے گا امریکی خیالات کی پوری

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

افغانی مجاہدین کو زندہ دفن کیا جا رہا ہے

بیسویں صدی میں روسی چنگیزیت

امریکہ کے اخبار کرسچین سائنس مانیٹر کے پیرس ایڈیشن میں شائع شدہ ایک مضمون کے مطابق افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کی مزاحمت اور مخالفت کو ختم کرنے کے لئے روسی وہاں آبادیوں کو بے دردی کے ساتھ پامال کر رہے ہیں۔ کناڈا کی مک گل یونیورسٹی میں اسلامیات کے ایک محقق مسٹر مائیکل باری نے پاکستان کا تحقیقاتی دورہ ختم کرنے کے بعد لرزہ خیز انکشافات کئے ہیں۔ پیرس میں انسانی حقوق کے بین الاقوامی فیڈریشن نے ان کے اس دورے کا اہتمام کیا تھا۔

مسٹر باری نے بتایا کہ گذشتہ سال افغان فوجیوں نے روسی مشیروں کے حکم پر ۱۱۷۰ نہتے افغانوں کو مشین گنوں سے اڑا دیا جس کی خبر ۴ فروری کے کرسچین سائنس مانیٹر میں شائع ہوئی تھی۔ افغان پناہ گزینوں کے بیانات کے مطابق قتل عام کے واقعات اس کے بعد بھی ہوئے ہیں۔ مسٹر باری نے صوبہ سرحد کے رفیوجی کیمپوں میں ایک سو سے زیادہ پناہ گزینوں کی شہادتیں لینے کے بعد بتایا کہ روسیوں کی پشت پناہی سے قائم افغان حکومت لوگوں کو ڈرا کر خاموش کرنے کے لئے جو مظالم کر رہی ہے ان میں زندہ دفن کیا جانا، گاؤں کے گاؤں پامال کر دینا ناکارہ بنانے والی گیسوں کا استعمال اور انسانی غلاظتوں میں لوگوں کو غوطے دینا شامل ہیں۔

پیرس میں روسی سفارت خانہ سے جب رابطہ قائم کیا گیا تو ایک ترجمان نے کہا کہ مسٹر باری روس دشمن ہیں۔ افغانستان کے داخلی معاملات میں روسی فوجیں مداخلت نہیں کر رہی ہیں۔ اس طرح فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کی تشکیل کردہ انسانی حقوق کمیٹی نے کہا کہ افغانستان میں ایسی کوئی بات ہی پیش نہیں آ رہی ہے جس کی تحقیقات کی ضرورت ہو۔

مسٹر باری افغانستان میں بولی جانے تینوں خاص خاص زبانوں سے واقف ہیں اور گذشتہ دس برسوں کے دوران سارے افغانستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ۱۹۷۸ء میں افغانستان میں کمیونسٹوں کے غلبہ کے بعد سے کابل کے پل چرخی جیل خانے میں لوگوں کو نازی گیس چیمبر کی طرح موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے جس کی شہادتیں ان بے شمار لوگوں نے دی ہیں جو ۶ جنوری سنہ ۱۹۸۰ء کی عام معافی کے بعد وہاں سے چھوٹ کر آئے ہیں۔

مسٹر باری نے کہا کہ مارچ ۱۹۷۹ء میں جب حالات قابو سے باہر ہونے لگے اور مجاہدین تعمیرات اور فوجی اداروں کو پامال کرتے رہے اور کمیونسٹ عہدیداروں کو قتل کرتے رہے تو روسی مشیروں نے گھبرا کر افغان فضائیہ کی کمان سنبھال لی اور جوں جوں افغان فوجی بھاگ بھاگ کر باغیوں سے ملتے گئے، افغان فوج پر روسی مشیروں کی گرفت مضبوط ہوتی گئی اس طرح منظم روسی استبداد کا آغاز ہوا۔

شہادتیں دینے والوں نے بتایا کہ قتل عام کے علاوہ اسی اثناء میں بڑے پیمانہ پر قتل کے اور بھی کئی واقعات ہوئے۔ ۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو افغان فوجیوں نے جن کے ساتھ بارہ روسی افسر تھے اور سلانگ کے شمال میں روسی سرحد کے قریب ہزارہ قبیلے کے ۱۵۰۰ نوجوانوں کو لکڑی کے صندوقوں میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا۔

مغربی جرمنی میں تعلیم یافتہ ایک افغان دواساز کا، جس نے گذشتہ سال مئی میں مزار شریف میں دواسازوں کی ایک کانفرنس میں شرکت کی تھی۔ بیان ہے کہ اس گروپ کو شہر کے فوجی کمانڈر نے متنبہ کیا تھا کہ اپنے طریقے درست کرو ہم نے ابھی پندرہ سو آدمیوں کو ڈبو کر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔

پاکستان میں ایک اور رفیوجی مولانا طالب حسین نے بھی جو افغان اور روسی فوجیوں کی زد سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے قتل عام کی گواہی دی۔ انھیں گاؤں کے تین سو ممتاز باشندوں کے ساتھ وادی درہ یوسف میں ایک پہاڑی پر سے نیچے پھینک دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سپاہیوں نے ان لوگوں پر مشین گنوں سے گولیوں کی بوچھار کر دی صرف مسٹر حسین زندہ بچ سکے جنھیں بعد میں قریب کے گاؤں والوں نے بچایا اور ان کو یہ بھی بتایا کہ فوجیوں نے ۱۵۰۰ سو آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

مزید برآں ۲۱ سالہ افغان ماہر نفسیات نے جو نہایت نحیف اور وقت سے پہلے بوڑھا ہو رہا تھا اور جنوری میں پل چرخی کے قید خانے سے رہا کیا گیا تھا بیان کیا کہ اس نے کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہونے سے انکار کیا تو اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے مسٹر باری کو بتایا کہ مزار شریف کا ایک شخص اسی کے ساتھ قید خانہ میں تھا۔ اس نے بھی مذکورہ بالا قتل عام کی بات بتائی تھی۔

مسٹر باری نے ہزارہ اور نورستان کے کتنے ہی لوگوں سے گفتگو کی جنھیں اس قتل عام کا علم تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں ایک ڈرائیور ملا جو رو رہا تھا اور باغیوں کی صف میں شریک ہونے کی درخواست کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ مجھ سے بڑی بھیانک خطا ہوئی ہے مجھے کئی بار لکڑی کے صندوق لاد کر دریا تک لے جانے پڑے جن میں بند لوگ رحم کی التجائیں کر رہے تھے۔ سپاہیوں نے انہیں دریا میں پھینک دیا اور وہ غرق ہو گئے۔

رفیوجیوں نے اپنی شہادتوں میں پل چرخی کے قید خانے میں دی جانے والی اذیتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں عورتوں کو بھی ایذائیں دی جاتی ہیں اور جن قیدیوں نے آنا کانی کی انہیں بلڈنگ کے باہر انسانی غلاظتوں کا ایک زبردست تالاب میں پھینک دیا جاتا۔ عام معافی کے بعد ان کی بیویاں ان کی تلاش میں گئیں تو روتی جاتی تھیں اور لمبے لمبے لٹھوں سے انہیں غلاظتوں میں ان کی لاشیں تلاش کرتی جاتی تھیں۔

ایک افغانستان سپاہی نے جو حال ہی میں فوج سے بھاگ کر آیا ہے مسٹر باری کو بتایا کہ گذشتہ بہار میں چار باغیوں کو روسیوں کے حکم کے مطابق زندہ دفن کرنے کے عمل میں وہ خود بھی شریک تھا۔ مسٹر باری نے کہا کہ روسی فوجی افغانوں کی مزاحمت کو کچلنے کے لئے ایک ایک کر کے ساری آبادیوں کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ میں نے جتنے پناہ گزینوں سے بات کی ان میں سے تقریباً ہر ایک نے کوئی نہ کوئی گاؤں برباد ہوتے دیکھا تھا۔ افغان فوجی اس جنگ میں حصہ تو لیتے ہیں لیکن بادل ناخواستہ۔

شہادتیں دینے والوں نے بتایا کہ ٹینک گاؤں میں گھس جاتے ہیں اور عورتوں بچوں کا کوئی لحاظ رکھے بغیر اندھا دھند گولیاں برسانے لگتے ہیں۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ روسی فوجیوں کو مکانوں کی چھتوں پر اتار دیا جاتا ہے اور وہ گھروں میں گھس کر سب کو مشین گنوں کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔

مسٹر باری نے رفیوجیوں کے بیانات کے حوالے سے بتایا کہ روسی فوجیوں نے بلٹ پروف لباس پہن رکھے ہیں کیوں کہ ان کے جسموں پر جب مجاہدین کی گولیاں کام نہیں کرتیں تو وہ گھبرا جاتے ہیں اسی طرح بکتر بند ہیلی کاپٹر گن شپ پر ان کی طیارہ شکن بندوقیں اور میزائل کچھ کام نہیں کرتے۔

روسی طرح طرح کی کیمیاوی گیسیں بھی استعمال کر رہے ہیں۔ آبادیوں اور کھیتوں میں آتش زن ناپام گیس ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ چھوڑی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی ایسی گیس استعمال کی جا رہی ہیں جن سے دردسر، سکتہ اور غشی طاری ہوتی ہے۔ اس طرح کے صرف ایک حملہ میں تیرہ آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ خارش پیدا کرنے والی گیس کی وجہ سے مجاہدین بندوقیں چھوڑ کر کھجانے لگتے ہیں۔ قہقہہ آور گیس کی وجہ سے وہ ہنستے ہنستے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ ان کیمیاوی حربوں نے مجاہدین کے حوصلوں کو بری طرح مجروح کر دیا ہے۔

سب سے زیادہ ابتر حالات ہزارہ پہاڑیوں کے ہیں جہاں کے سارے راستے مسدود کر دیے گئے ہیں اور غذائی سامان لے جانے والے کسی ٹرک کو نہیں جانے دیا جاتا۔

افغان مجاہدین خانہ ساز اسلحہ سے روسیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں

(محمود حکیم)

دائرٹ کے نامہ نگار مقیم افغانستان نے روسی فوجوں کی تعداد اسّی ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان بتائی ہے روسیوں کی آٹھ ڈویژن فوج کے علاوہ چھاتہ بردار فوج کی ایک رجمنٹ بھی افغانستان میں آ گئی ہے، وہ مزید لکھتا ہے کہ روسی فوج کو کمک پہونچانے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آ رہی ہے کہ افغان فوجیوں کے حوصلے بہت پست ہیں اور یہ فوجی ہر روز فرار ہو رہے ہیں البتہ تمام فوجی مجاہدین میں شامل نہیں ہوتے بلکہ ان میں سے بعض فوج سے فرار ہو کر سیدھے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں جبری لام بندی کے تحت بھرتی کئے جانے والے بارہ ہزار افراد سمیت سرکاری فوج کی نفری ۴۰ ہزار سے زائد نہیں ہے۔

سنڈے ٹائمز کے نامہ نگار روزور نے کابل سے ایک روسی جنرل کے خیالات ان الفاظ میں نقل کئے ہیں ہم کو افغانستان پر حملہ آور امریکی برطانوی، چینی اور پاکستانی فوجوں سے لڑنے کے لئے بھیجا گیا ہے لیکن درحقیقت یہاں پہونچ کر ہمارا افغانوں سے واسطہ پڑا جو پہاڑوں سے ہم پر حملہ کرتے ہیں۔

خود کارمل حکومت کے وزیر دفاع رفیع مجاہدین کی کارروائیوں اور طریق جنگ کی وضاحت کرتے ہوئے افغان حریت پسندوں کو دہشت پسندوں سے تعبیر کرتے ہیں وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ حریت پسند روزمرہ کی اشیاء ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور کابل انتظامیہ کے دوسرے پروگراموں کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مجاہدین سرکاری فوج پر گھات لگا کر حملہ کرتے ہیں اور سرکاری املاک جس کا بیشتر حصہ روسی فوجوں اور مشیروں کے کنٹرول میں ہے آگ لگا دیتے ہیں اور تباہ کر دیتے ہیں اشیاء خورد و نوش پر قبضہ کر لیتے ہیں اور قرب و جوار کے پولیس اسٹیشنوں پر دھاوا بول کر اسلحہ اور دوسری چیزیں حاصل کر لیتے ہیں۔

وہ اپنی کارروائیوں کے ذریعہ مواصلاتی نظام کو منقطع کر دیتے ہیں اور رابطے کے اہم مقامات کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ وہ بآسانی بریگیڈ تباہ کر دیتے ہیں۔ فوجی قافلوں پر تیزی سے حملہ کرتے ہیں اور اب اس قسم کے واقعات بکثرت پیش آنے لگے ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افغان مجاہدین دنیا کی ترقی یافتہ فوج کا کس طرح سے مقابلہ کر رہے ہیں جب کہ روسی ممالک اسے کسی امداد کے دینے سے وہ منکر ہیں وہ اس سے قبل نہ تو فوجی تھے اور نہ ان کی ٹیکنالوجی اتنی زیادہ ترقی کر گئی تھی کہ وہ بغیر کسی تعاون کے روسی اسلحہ اور ماسکو کے فوجیوں کا مقابلہ کریں۔ اس سے پردہ خود مجاہدین اٹھاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ افغانستان کی سرکاری فوج اور روسیوں سے برسرپیکار مجاہدین کے پاس اسلحہ کے حصول کے دو بڑے ذرائع ہیں۔ ایک تو خود افغان فوج ہے جس کے سینکڑوں کی تعداد میں فوجی بغاوت کر کے مجاہدین سے جا ملے ہیں یہ فوجی اپنے ساتھ اسلحہ اور گولہ بارود بھی لیتے آئے ہیں دوسرا ذریعہ درہ کے افغانی علاقہ میں تیار ہونے والی قبائلی بندوقیں "کریس" ہیں، اس علاقہ کے بندوقیں تیار کرنے والے برسوں سے دستی طور پر امریکی اور یورپی طرز کے چھوٹے ہتھیار کر رہے ہیں۔ یہاں تیار ہونے والی برطانوی ساخت کی ۳۰۳ رائفل ۷۰ ڈالر میں مل جاتی ہے اور یہ نصف میل کے فاصلہ پر کھڑے شخص کو مارنے کے لئے کافی ہوتی ہے اس وقت درہ میں اسٹین گن، دستی بم، خود کار رائفلیں اور دیگر اسلحہ تیار ہو رہے ہیں نیز خفیہ ایجنٹوں کے لئے تیار ہونے والا بال پوائنٹ پن جس سے ۲۲ گولیاں فائر کی جا سکتی ہیں بہت مقبول ہے تاہم درہ کا سب سے اہم منصوبہ طیارہ شکن توپ کی تیاری ہے یہ توپ روسی مگ ۲۴ اور ہیلی کاپٹروں کے خلاف شاندار مظاہرہ کر چکی ہے۔

افغانی اور روسی افواج مجاہدین کی ان ترقی یافتہ کارروائیوں سے حد درجہ پریشان ہیں اور خود فوج کے اندر بے چینی و اضطراب پایا جا رہا ہے جس پر پردہ ڈالنے کے لئے روس نے جرمن خبر رساں ایجنسی کے مطابق الزام لگایا ہے کہ مجاہدین زہریلی گیس کے دستی بم استعمال کر رہے ہیں اور ان کے پھٹنے سے وقتی طور پر بینائی جاتی رہتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے۔

افغانی ذرائع نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مجاہدین دستی بم بڑے پیمانے پر بنانے لگے ہیں جن کے پائپ میں افغانی سکے آسانی سے فٹ ہو جاتے ہیں چنانچہ افغانی کرنسی کے پانچ کے سکے بازار سے غائب ہو گئے ہیں اور حکومت نے اسی وجہ سے اس کو بند کر دیا ہے۔

اس علاقہ میں روسیوں کی حکمت عملی یہ رہی ہے کہ مجاہدین کی جماعتوں کا کھوج لگانے کے لئے پہاڑی سڑکوں کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر استعمال کرتے رہے ہیں۔ جب مجاہدین کی جماعتیں نظر آتی ہیں تو ان پر جیٹ فائٹر بمبار اور ہیلی کاپٹروں میں سے فائرنگ ہوتی ہے ڈھلوانی پہاڑوں میں تیز رفتار جیٹ طیارے اکثر اپنا شکار کھو دیتے ہیں لیکن ہیلی کاپٹر جو راکٹوں اور مشین گنوں سے مسلح ہوتے ہیں آہستہ پرواز کرتے ہیں اور ان کا نشانہ تباہ کن حد تک ٹھیک بیٹھتا ہے ماہرین کے اندازوں کے مطابق ایم۔ آئی ۲۴ اور نئے ڈیزائن ایم۔ آئی ۲۴ سے مجاہدین بہت ڈرتے ہیں اور ان ہیلی کاپٹروں نے فوج اور گولہ بارود کے قافلوں کو بحفاظت ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ مشرقی افغانستان اور پاکستان کی سرحد کے ساتھ ساتھ مسلح مراکز پر حملوں میں مؤثر کردار ادا کیا ہے۔

علاوہ ازیں روسی اکثر ایم۔ آئی ۱۸ ٹرانسپورٹ ہیلی کاپٹر استعمال کرتے ہیں، ان میں ہر ہیلی کاپٹر ۳۵ مسلح فوجیوں کو لے جاتا ہے اور انھیں مجاہدین کے یونٹوں کے عقب میں اتارتا ہے تاکہ مجاہد جماعتوں کو گھیرے میں لیا جا سکے، اب تک مجاہدین کے پاس ہیلی کاپٹروں کا جواب دینے کے لئے رائفلیں اور ہلکی مشین گن تھیں کیوں کہ ہیلی کاپٹر نیچے سے بکتر بند ہوتا ہے اس پر فولاد کی موٹی چادر چڑھی ہوتی ہے جس پر گولی اثر نہیں کرتی اسے گرانے کے لئے ہی ایک صورت ہے کہ پہاڑی چوٹی سے اس کے باہری حصہ میں فائر کیا جائے۔

مجاہدین نے روس کے اس طرز کے ہیلی کاپٹروں کی توڑ دریافت کر لی ہے اس سے ایک طرف روس کے جنگی اخراجات بہت بڑھ جائیں گے تو دوسری طرف روس کی جنگی حکمت عملی سنگین حد تک متاثر ہوگی، اخبار بوسٹن گلوب نے سفارتی ذرائع کے حوالہ سے انکشاف کیا ہے کہ مجاہدین کے استعمال میں آنے والا یہ نیا ہتھیار ایس۔ اے ۷ میزائل ہے جسے کندھے پر رکھ کر فائر کیا جاتا ہے یہ گرم جگہ کو تلاش کرتا ہے جو جگہ سب سے زیادہ گرم ہوتی ہے اس کو نشانہ بناتا ہے اسے مجاہدین کے استعمال کے لئے افغانستان پہونچایا گیا ہے۔ یہ میزائل روسی ساخت کا ہے یہ مصر کے ذخائر میں تھا اسے دو سال قبل روسیوں نے مصر کو دیا تھا جب ماسکو اور قاہرہ کے تعلقات خوشگوار تھے مگر یہ میزائل مصر سے امریکہ پہونچے اور وہاں سے مجاہدین کے لئے سپلائی کئے گئے ہیں۔ مغربی سراغ رسانی کے ذرائع نے انھیں "سٹریلا" کا نام دیا ہے۔ ایس۔ اے ۷ میزائل کو ایک ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر کی طرف چھوڑا جاتا ہے، جب میزائل کی رہنمائی کرنے والا سسٹم ہوائی یا ہیلی کاپٹر کے انجن کی گرمی کا احساس کرتا ہے تو اس سے بھنبھناہٹ کی آواز نکلتی ہے اور یہ فائر کرنے کا اشارہ ہوتا ہے اور اس کے بعد میزائل انجن کے گرم ترین حصہ پر جا کر لگتا ہے اور پھٹ جاتا ہے۔

اسلامی اٹلس تیاری کے مرحلے میں

[illegible]

روس نصف قیمت پر افغان گیس خریدے گا

[illegible]

قوافٍ اذا سرنا من مقولی وثبن الجبال وخضن البحارا

(ایسے اشعار ہیں کہ جب میری زبان سے نکلیں تو پہاڑوں کو پار کر جائیں اور سمندروں میں پل پڑیں)۔

شاعر نے تو محض ایک فخریہ انداز میں درازیٔ نفس کا ثبوت دیا تھا مگر حق یہ ہے کہ احادیث کا ذخیرہ انسانی دلوں کی روشنی و حرارت کا سب سے بڑا سہارا ہے جہاں سے زندگی کو تابندگی اور توانائی کی دولت عطا ہوتی ہے اور جس سے مسلمان ذاتِ نبوت سے اپنے آپ کو نہ صرف قریب پاتا ہے بلکہ عملی زندگی میں اس سے ایک نسبت حاصل کر لیتا ہے جب وہ سوچتا ہے کہ یہی کام اور اسی طرح حضور نے کیا تھا تو سکون و قرار کی دولت سے اس کا سینہ معمور ہو جاتا ہے اور مسرت سے اس کے دل کی کلی کھل جاتی ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرمان کی بجا آوری کی ؎

ہست دین مصطفٰے دین حیات شرع او تفسیر آئین حیات

"آئین حیات" قرآن مجید ہے اور تفسیر آئین حیات یہی احادیث ہیں جو انسان کو حضور کی ذات سے جوڑ دیتی ہیں اور نبوت کے اخلاق زندگی کے اعمال و احوال پر منعکس کر کے اس کو پاکیزگی، عظمت اور نورانیت عطا کرتی ہیں۔ بغیر احادیث کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک رسائی اور اس کے فکر و خیال میں ہمہ وقت راز و نیاز، اس سے قربت اور اس کا ہمہ وقت تصور کسی اور ذریعہ سے ممکن نہیں اگر کچھ احادیث صحت پر مبنی نہیں تب بھی کچھ حرج نہیں ؎

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ "من رآنی فی المنام فقد رآنی" جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو یقیناً دیکھ لیا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں شیطان کبھی نہیں آسکتا۔ اب ذرا احادیث کا عملی حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مسلمانوں کا تعلق استوار کرنے میں دیکھئے کہ جو شخص رات دن حضورؐ کا ذکر آپ کے اقوال بیان کرے (منکرین کے عقیدہ کے مطابق غلط ہی سہی) اس کے ذہن پر ایسی فضا اور کیفیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ آنحضرتؐ کا مشاہدہ کر سکے گا اس لئے کہ جدید نفسیات کے ماہرین کا فیصلہ یہی ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے ذہن پر طاری رکھتا ہے وہی تخیل خواب میں اسکے اوپر منعکس ہوتا ہے اس لئے مجھے سنت کی روشنی دل سے گناہ کے اندھیر کو دور کر کے اس کو عشق و نبوت سے سرشار کرے گی اور مستی سے بڑھ کر کون مستی ہو سکتی ہے ؎

منزل ملی، مقام ملا، مدعا ملا مجھے سب کچھ ملا جو ترا نقش پا ملا

احادیث کا ہر لفظ موتی ہے جس سے زندگی کو رونق ملتی ہے، ہر جملہ ستارہ ہے جس سے مومن کے ایمان کو روشنی و تابندگی عطا ہوتی ہے اور آئینہ خانہ میں زندگی سراپا نور بن جاتی ہے اور انسانی کردار پاکر دار نبوت سے اپنا رشتہ ہموار و استوار کر لیتا ہے۔ یہاں انسانیت کی شفا اور مسیحائی کا سامان موجود ہے اور اس کے درد کا مداوا بھی

رہ گئے اختلافات تو کیا قرآن مجید کی تشریحات میں موجود نہیں؟ اس سے دامن بچانا تو زندگی سے فرار ہے اور ناممکن الوجود و محال بھی۔ شیعہ و سنی، قدری، جبری، خارجی، معتزلی، قادیانی اور بہائی فرق وغیرہ نے خود قرآنی تشریحات میں کتنے اختلافات رکھے ہیں، بس ان کو کم کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ سنت کے دامن میں پناہ لی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریح کردہ ارشادات کو سرمۂ بصیرت تصور کیا جائے اور سنت ہی کا فیض ہے کہ امت کا سواد اعظم گمراہی سے محفوظ ہے اہل سنت کے علاوہ جتنے بھی فرقے ہیں ان کی تعداد نہایت قلیل ہے۔ جب کتاب اللہ میں اختلافات اس قدر زیادہ ہیں تو پھر احادیث کے سلسلہ میں اختلافات کو اس قدر اہمیت کیوں دی جائے کہ ان سے قطع تعلق کر لیا جائے؟ اب اگر کسی حدیث کی صحت پر شبہ ہوتا ہے تو ان طریقوں سے اس کا فیصلہ کر کے ضمیر کو مطمئن کرنا چاہئے جو عقل و نقل کے ذرائع سے ہم زندگی کے دوسرے معاملات میں کرتے ہیں۔ مولانا محمد اسلم جیراجپوری مرحوم سے ایک بار یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہر راوی پر دو گواہوں کی ضرورت ہے، مثلاً حضرت مالک حضرت نافع سے اور حضرت نافع حضرت ابن عمرؓ سے اور حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تو حضرت مالک کو دو عینی شہادت پیش کرنی چاہئے کہ واقعی ان سے حضرت نے کہا اسی طرح حضرت نافع کو دو گواہ پیش کرنے ضروری ہیں کہ ان سے حضرت ابن عمرؓ نے یہ روایت بیان کی، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کو دو گواہ درکار ہیں جو یہ شہادت دیں کہ ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی۔ مولانا اسلم کہتے تھے کہ اس کے بغیر عدالت میں بات ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے! اب ذرا اس طرز استدلال کا عملی پہلو دیکھئے کیا عدالت جو اس انداز سے دلائل و گواہ طلب کرتی ہے وہ صحیح فیصلہ صادر کرتی ہے؟ کیا یہ طریقہ اپنی ذاتی زندگی میں انسان اختیار کرتا ہے اگر میرے گھر سے صرف ایک آدمی کسی کی موت کی خدا نخواستہ خبر لائے تو میں اس سے دو گواہ طلب کروں گا یا اس پر اعتبار کر کے گھر بھاگوں گا۔ مصنف کتاب . . . ڈاکٹر مصطفٰے السباعی نے جو عالمانہ بحث اخبار آحاد پر کی ہے وہ اس موضوع پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کتنے صحیح واقعات عدالت ان گواہوں کے باوجود چھوڑ دیتی ہے اور کتنے جھوٹے معاملات میں بلاوجہ لوگوں کو سزا دے دیتی ہے اس لئے یہ عذر لنگ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرنے کے لئے پائے چوبیں سے بھی گیا گزرا ہے۔ انسان کی عملی و روزمرہ کی زندگی میں یہ اصول قطعاً ناقابل عمل ہے۔

احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تو تاریخ کے اجالے میں پوری طرف صاف و روشن ہے جب کہ دنیا کے تمام مذاہب اپنی ماقبل تاریخی کتابوں کو سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں جن میں تحریف کو وہ خود تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہم احادیث سے کیوں قطع تعلق کر لیں۔ رہ گئے اختلافات و اشتباہ تو کیا جو واقعات آج پیش آتے ہیں ان میں اشتباہ پیدا نہیں ہوتا؟ ایک ہی واقعہ کو دیکھنے والے اپنے بیانات میں کس طرح مختلف نظر آتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ علمائے امت نے جس طرح راویوں کے حالات، ان کے واقعات زندگی اور حافظہ، ثقاہت اور تمام ممکن چیزوں کو جمع کر دیا ہے اس کے بعد پھر شبہات کے امکانات کم سے کم تر ہو جاتے ہیں اور یقین کا اجالا پھیل جاتا ہے۔

اگر خدا نخواستہ احادیث سب جعلی ہوتیں تو پھر تاریخ کے کسی دور میں خود امت کے کسی طبقہ نے خود صحابہ کرام نے شور مچایا ہوتا کہ یہ کیا غضب ہو رہا ہے؟ تابعین اور تبع تابعین نے اس کے متعلق کچھ کہا ہوتا؟ یا اب چودھویں صدی ہجری میں یہ انکشاف ہوا کہ احادیث جھوٹ کا پلندہ ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

حقیقت یہ ہے کہ اعدائے اسلام یہ بات خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام سنت نبویؐ اور ذات نبوت سے قائم ہے اگر اس کی کسی طرح بیخ کنی کر دی جائے تو ان کی مطلب برآری ہو جائے مگر جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے سنت کی حفاظت کی ہے اسی طرح اب بھی وہ کرے گا انشاء اللہ۔!!

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونک سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے خواہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو)۔

افغانستان میں مجاہدین کی اسلحہ ساز فیکٹری ہتھیاروں کی فراہمی کا اہم ذریعہ ہے

جدہ۔ ۷ اپریل (یو پی آئی) افغانستان میں سرکاری فوج اور روسیوں سے برسرپیکار مجاہدین کے پاس اسلحہ کے حصول کے دو بڑے ذرائع ہیں۔ ایک تو خود افغان فوج ہے جس کے سیکڑوں کی تعداد میں فوجی بغاوت کر کے مجاہدین سے جا ملتے ہیں یہ فوجی اپنے ساتھ اسلحہ اور گولہ بارود بھی لیتے آتے ہیں۔ دوسرا ذریعہ [illegible] درہ کا [illegible] علاقے میں تیار ہونے والی قبائلی بندوقیں [illegible] ہیں۔ اس علاقے کے بندوقیں تیار کرنے والے برسوں سے ہاتھوں سے امریکی اور یورپی طرز کے چھوٹے ہتھیار تیار کر رہے ہیں۔ یہاں تیار ہونے والی برطانوی ساخت کی ۳۰۳ رائفل ۱۰۰ ڈالر میں مل جاتی ہے اور یہ نصف میل کے فاصلے پر کھڑے ہوئے شخص کو مارنے کے لئے کافی ہے۔ اس وقت درہ میں اسٹین گن، دستی بم، خود کار رائفلیں اور دیگر اسلحہ تیار ہو رہا ہے۔ خفیہ ایجنٹوں کے لئے تیار ہونے والا بال پوائنٹ پین جس سے ۲۲ گولیاں فائر کی جا سکتی ہیں بہت مقبول ہے تاہم درہ کا سب سے اہم منصوبہ طیارہ شکن توپ کی تیاری ہے۔ یہ توپ روسی مگ ۲۳ ہیلی کاپٹروں کے خلاف نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کر چکی ہے۔

مصر کے فرقہ وارانہ فسادات پر امریکہ و آسٹریلیا میں مظاہرے۔ سادات کی برہمی

[illegible]

افغانستان کیلئے [illegible]

[illegible]

مصر کی اسلامی ترقیاتی بینک کی رکنیت معطل

[illegible]

عالمی بینک ترکی کو ۲۰ کروڑ ڈالر دے گا

واشنگٹن ۵ اپریل (اے پی پی/ اے ایف پی) عالمی بینک نے ترکی کے لیے ۲۰ کروڑ ڈالر کا قرضہ منظور کیا ہے [illegible]

بقیہ صفحہ ۱۰

ملک میں کیا کر رہے ہیں کن سے منصوبے بنا رہے ہیں؟ اور کیا پروگرام وہ چلانا چاہتے ہیں؟

- مصریوں کا مستقبل عرب مسلمانوں کے ساتھ وابستہ ہے نہ کہ یہودیوں کے ساتھ۔
- ہر مصری کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اگر وہ اسرائیلیوں کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے گا یا کوئی چیز کرایہ پر دے گا تو وہ گویا ایک دینی و اخلاقی جرم کا مرتکب ہوگا اور اس کا مطلب یہ سمجھا جائے گا کہ وہ مصری سرزمین کو دوسرے فلسطین کی شکل دے رہا ہے۔
- مصری کسانوں کو چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ تازہ معاہدہ کے مطابق اسرائیلی سبزیاں اور ترکاریاں مصر آئیں گی۔ آپ ہمارے ساتھ تعاون کیجئے پیداوار میں اضافہ کیجئے تاکہ ہر مصری اپنے ہی ملک کی پیداوار استعمال کر سکے۔!!

تعمیر حیات
کی
خصوصی اشاعت
بیاد گار

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی
مولانا محمد الحسنی ندوی
مولانا اسحٰق جلیس ندوی

یہ خاص نمبر شائع ہو گیا، اس ضخیم نمبر کی قیمت خریداروں کے لئے ساڑھے بارہ روپئے ہے۔ ڈاک خرچ دو روپئے ۹۰ پیسے اسکے علاوہ ہیں۔

آج ہی یہ نمبر ہم سے طلب کیجئے، عام لوگوں کے لئے اسکی قیمت ۲۵ روپیے ہے۔

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ابو العرفان خاں ندوی

مجلس ادارت
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازھار ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات و شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز
عباس علاء الدین اینڈ کمپنی
نمبر ۱۲ حاجی بلڈنگ ایس وی ڈی روڈ
تل بازار بمبئی نمبر ۳

اسپیشل مکچر	کپ برانڈ
اسپیشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہول مکچر	فلاوری او پی

TELEGRAM:- CUP. KATTLY
PHONE No 332220